قال اللہ تعالیٰ

لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید

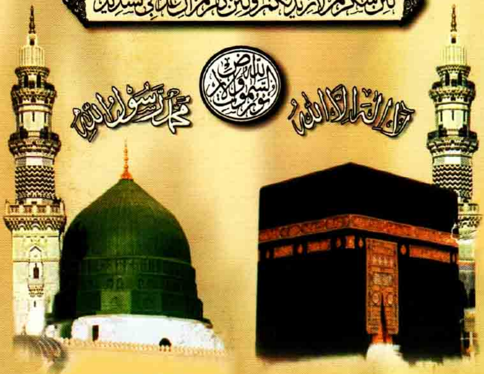

یارب تو کریمی و رسولﷺ تو کریم
صد شکر کہ ہستیم

میانِ دو کریم

اِس کتابچہ کا مطالعہ زائرین و مقیمین حرمین شریفین کے علاوہ سب اہلِ ایمان کے لیے مُفید ہے اور خاص کر کمزور ایمان والوں اور گناہگاروں کے لیے بہت ہمت افزا ہے

مرتبہ: حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میانِ دو کریم

مرتبہ

حضرت اقدس صُوفی **مُحمّد اقبَال** صَاحب (مدنی)

معاونت خصوصی برائے ترتیب و کمپوزنگ

حضرت جناب آفتاب احمد (مدینہ منورہ)

ترتیب و کمپوٹر کمپوزنگ: محمد نور باری

مکـــــتبہ اقبــالیہ

نور حراء پبلیشرز

ای میل: noorbari786@gmail.com فون: 0092-312-2502281

١٣ شوال ١٤٤٣

نوٹ: یہ کتاب قارین کے لیے کتابی صورت میں دستیاب ھے

مکتبہ حضرت شاہ زبیرؒ

جامع مسجد مدنی– خانقاہ مدنیہ اقبالیہ جلیلیہ

سی 307، بلاک 1 ، گلستان جوہر ، کراچی۔۔۔موبایل 0030 9225533 0321 9225533

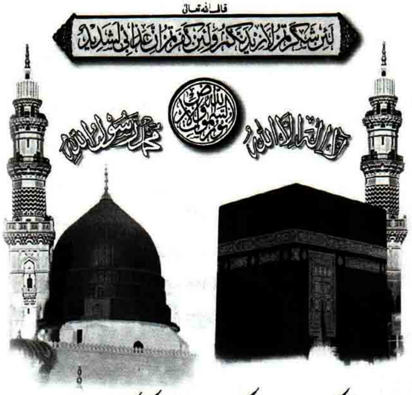

یارب تو کریمی و رسول ﷺ تو کریم صد شکر کہ ہستیم

میان دو کریم

مع آدابُ الحرمین

اِس کتابچہ کا مُطالعہ زائرین ومقیمین حرمین شریفین کے علاوہ سب اہل ایمان کے لیے مُفید ہے اور خاص کر کمزور ایمان والوں اور گناہگاروں کے لیے بہت ہمت افزا ہے

مرتبہ: حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ

نام کتاب .... میاں دو کریم
مؤلف .... حضرت الحاج مولانا صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ
تعداد .... ایک ہزار (۱۰۰۰)
طباعت اول ۱۴۰۸ھ (۱۹۸۸)
طباعت دوم .... ذی الحج ۱۴۲۷ھ جنوری ۲۰۰۷ء

لا اله الا الله محمد رسول الله (ﷺ)

اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشریک له

واشهد ان محمدا عبده ورسوله

قال النبی ﷺ

مَنْ مَاتَ فِیْ اَحَدِ الْحَرَمَیْنِ اِسْتَوْجَبَ

شَفَاعَتِیْ وَکَانَ یَوْمَالْقِیٰمَةِ مِنَ الآمِنِیْنَ (رواہ الطبرانی)

وقال ﷺ

حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن حساب سے پہلے (دنیا ہی میں) اپنے اعمال کی دیکھ بھال کرلو۔

اس رسالہ میں حرمین شریفین کے فضائل، قیام کرنے کے آداب، اپنے پچیس ۲۵ سالہ قیام کے مشاہدات، تجربات اور اپنی تقصیرات کا محاسبہ اور اس بارے میں بے بنیاد خوش فہمیوں کو بیان کیا گیا ہے۔

مرتبہ

محمد اقبال (اللہ اس کو معاف کرے)

مدینہ منورہ

تقریظ

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب دامت برکاتہم

جامعہ فاروقیہ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا و مصلیا و مسلما

مولانا محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی دامت برکاتہم کا رسالہ "میاں دو کریم" مدینہ منورہ کی حاضری کے موقعہ پر مطالعہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، اپنے موضوع پر باوجود اختصار کے اس رسالہ کو مفید اور مؤثر پایا۔ اللہ تعالیٰ سے درخواست ہے کہ وہ اس مبارک سعی کو اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمائے اور اپنی مخلوق کے لیے اس کے نفع کو عام و تام فرمائے آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔

سلیم اللہ خان

۱۴۰۸/۵/۱۰

تقریظ

حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب دامت برکاتہم خیرالمدارس ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فضائل حرمین شریفین کے بارے میں رسالہ مبارکہ "میاں دو کریم" کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔

یا رب تو کریمی و رسول تو کریم صد شکر کہ ہستیم "میان دو کریم"

کائنات کے پاس جو کچھ ہے سب عطیہ خداوندی ہے ذاتی حیثیت میں ہر ممکن عدم محض اور ہر خوبی وکمال سے عاری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ.

اللہ تعالیٰ کی رحمت نے تمام کائنات کو گھیر رکھا ہے شب و روز اس کا بحر جود وسخا ہر ذرّہ کائنات کو مناسب حیات وبقاً بخش رہا ہے۔ قال تعالیٰ :

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ "میری رحمت سب چیزوں سے وسیع ہے"

اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْم کوئی معبود نہیں مگر وہی اللہ زندہ ہے سنبھالنے والا ہے

عالم انسانیت کو صحیح تربیت کے لیے اس کے صحیح مقام تک ترقی دینے اور اس پر اپنی لازوال غیر متناہی نعمتوں اور خصوصی رحمتوں کے دروازے کھولنے کی غرض سے وحی اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سلسلہ جاری کیا گیا جس کی آخری کڑی فخر موجودات سید الکائنات سیدنا حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے خود ارشاد فرمایا :

انا رحمة مهداة میں انسانوں کے لیے رحمت اور عطیہ خداوندی ہوں

آنحضرت ﷺ جو رحمت لے کر مبعوث ہوئے یہ نہ کسی زمان سے مقید ہے نہ کسی مکان کے ساتھ۔ قیامت تک پورے عالم میں ہر خطۂ ارضی پر نجات اور رحمت خداوندی کا حصول و استحقاق آنحضرت ﷺ کے دامن کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے اور ختم نبوت رُتبی و زمانی کا تاج آپ کے سر پر سجایا گیا اور روز محشر میں جب اولین و آخرین سب مخلوق ایک میدان میں جمع ہوگی تو "لواء الحمد" آپ کے ہی دست مبارک میں تھمایا جائے گا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے جھنڈے تلے ہوں گے۔ارشاد گرامی ہے : "بیدی لواء الحمد و آدم و من سواه تحت لوائی یوم القیامة و لافخر"

کائنات کے یہ دولہا اور سردار حضرت سیدنا د مولانا محمد ﷺ ہی ہیں۔ جنہیں اس روز شفاعت کبریٰ اور مقعد مقرب سے نوازا جائے گا۔ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہو کر سجدہ میں گر کر اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف وثناء کریں گے جو کسی کو نصیب نہیں، آپ کو اسی وقت ان خاص "محامد" کا القاء ہوگا، جو کسی کو عطا نہیں ہوئے۔ "اشفع تشفع قل تسمع" کے مقام سے نوازا جائے گا۔ اور آپ کی ذات گرامی ہی ہے جن کی قیادت میں مہمان خانہ خداوندی جنت بریں میں اہل جنت کو داخلہ نصیب ہوگا۔ ارشاد گرامی ہے:

"انا اول من يقرع باب الجنة"

پھر جنت الفردوس میں مقام "وسیلہ" سے آپ کو سرفراز و مفتخر فرمایا جائے گا۔ وسیلہ کی تشریح میں ارشاد فرمایا۔ جنت میں وہ ایسا اعلیٰ مقام ہے جو صرف ایک بندے کو ملے گا۔ امید کرتا ہوں کہ وہ میں ہی ہوں گا اس لیے تم میرے لیے وسیلہ کی دعا مانگا کرو۔ او کما قال صلی الله علیه وسلم . حق جل شانہ نے آپ کی شان عبدیت کے مطابق آپکو "رؤوفٌ رحیمٌ" کے لقب واسم گرامی سے نوازا اور آپ کو "رفع ذکر" کے

تمغہ افتخار سے سرفراز فرمایا۔ قیامت تک جہاں حق جل شانہ کی الوہیت و معبودیت کے غلغلے بلند ہوں گے، وہاں پر آنحضرت ﷺ کی رسالت و نبوت کے بھی ڈنکے بجتے رہیں گے۔

اس دھرتی پر آسمان سجدہ ریز ہے، جس دھرتی نے سرور عالم ﷺ کے قدم چومے ہیں۔ مکہ و مدینہ کی گلیوں کے ذرات آفتاب و ماہتاب پر نازاں ہیں کہ محبوب کی قدم بوسی کا اعزاز انہیں حاصل ہے۔ آفتاب نبوت کے ستاروں شمع نبوت کے پروانوں کے مقابلے میں ماہ و پروین خجل و مستور ہیں کہ صحبت نبویہ کے انوار و برکات سے ان کا دامن خالی ہے۔

اسلام ہر معاملے میں اعتدال کی تعلیم دیتا ہے۔ حضور پاک ﷺ کی ذات گرامی کے بارے میں بعض طبقے افراط کا شکار ہیں۔ حق رسالت کی ادائیگی وہ اس میں سمجھتے ہیں کہ کسی نہ کسی رنگ میں حق جل شانہ کی ذات عالی کے ساتھ آپ کی کچھ شرکت ثابت کردی جائے۔

اور آپکی شان عبدیت کے بیان میں انہیں کوئی مزہ نہیں آتا۔ یہ مرض مزید ترقی کرتا ہے تو سرور عالم ﷺ کی ذات پر کامل بندہ اور "بشر" کے الفاظ اطلاق کرنے سے طبیعت رکتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض غالی قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ (الایۃ) پڑھنے اور سننے سے گریز کرنے لگتے ہیں۔

اور اس کے برعکس بعض لوگ سرور عالم سیدنا و مولانا محمد ﷺ کے ادائیگی حقوق کے بارے میں تفریط کا شکار ہیں۔ بعض تو حق توحید اس طرح ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ آپ ﷺ کی رفعت شان محسوس نہ ہو دراصل ان کے قلوب آپکی حقیقی اور مطلوبہ محبت و عظمت اور احسان مندی کے جذبات سے خالی ہیں۔ جس کی وجہ سے آپ کے ادائے حقوق میں کوتاہی واقع ہوتی ہے۔ اسم گرامی زبان پر آنے یا سننے سے نہ کوئی

حلاوت محسوس ہوتی ہے۔ نہ دل و دماغ میں محبت کی لہریں دوڑتی ہیں۔

آپ کا مبارک تذکرہ سننے سے نہ جذباتِ تشکر و امتنان پیدا ہوتے ہیں۔ مدینہ منورہ، مسجد نبوی، گنبد خضریٰ وغیرہ آثار نبویہ سے واجبی نیم دلانہ سا برتاؤ ہوتا ہے۔ دینی دعوت اور درود شریف کی اہمیت نہیں رہتی۔ حرمین شریفین، اور وہاں کے باشندوں کے ادب و احترام میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ باہر سے جا کر حرمین شریفین میں اقامت اختیار کرنیوالوں کو اس میں زیادہ ابتلا ہوتا ہے۔

رسالہ ہذا میں ایسی ہی کوتاہیوں کے ازالے اور آنحضرت ﷺ کی محبت و عظمت کو قلوب میں جاگزیں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بعض خاص فضائل وصفات، درود شریف، مدینہ منورہ کی محبوبیت اور مدینہ منورہ میں موت کی تمنا اور اسکی فضیلت وغیرہ مضامین کو قرآن وسنت اور اقوال سلف کی روشنی میں جاذب والہانہ دلکش انداز میں تحریر فرمایا گیا ہے، سطر سطر اور لفظ لفظ محبت و عظمت، عشق و محبت، سوز و گداز کے جذبات سے پر ہے۔ رسالہ ہذا کی ایک فصل میں مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے فضائل بھی ہیں۔ دونوں کے کچھ مشترکہ فضائل کے علاوہ کچھ علیحدہ فضائل بھی ہیں۔ اسی طرح انکی زیارت کے احکامات بھی جداگانہ ہیں۔ مدینہ منورہ کی حاضری ایک محب سوزاں، طالب شفاعت کی حاضری ہے۔ محبوب عالم ﷺ کے در پر کثرت درود کا تحفہ لے کر نہا دھو کر پورے ادب و وقار کے ساتھ بن سنور کر حاضری ہو۔ اور مکہ مکرمہ کی حاضری ایک طالب عفو بندہ مجرم کی اپنے معبود حقیقی کے دربار میں حاضری ہے۔ جو عشق و محبت، خوف و رجا، جاہ و جلال باری تعالیٰ سے لرزاں و ترساں، رحمت مولیٰ کی امیدواری کے ملے جلے جذبات سے دیوانگی کی حد تک پہنچ چکا ہے۔ یہاں حکم ہے کہ سب لوگ اپنی وضع چھوڑ کر ایک ہی لباس میں نہایت عجز و انکساری کے ساتھ ننگے پاؤں دیوانہ وار لبیک لبیک پکارتے ہوئے حاضر ہوں۔ اسی حالت میں میرے گھر کے چکر لگائیں۔

سودائے عشق وجنون میں شہر چھوڑ کر جنگل میں نکل جائیں۔اور رو کر گڑگڑا کر معافیاں مانگیں۔دن کہیں رات کہیں۔جب سب کی مغفرت ومعافی کا مژدہ سنایا جائے۔تو حجامت کراؤ، غسل کرو، عمدہ لباس پہنو۔اب دوبارہ حاضری کے قابل ہو گئے۔اور پہلی پابندیاں ختم۔مختصر یہ کہ زائر مکہ کے لیے جو احکامات ہیں۔یہ از قبیل عبادت ہیں۔ دوسری کسی جگہ جائز نہیں۔الحمدللہ رسالہ ہذا میں اس پہلو کو بھی خوب روشن طریقہ سے واضح کیا گیا ہے۔رسالہ ہذا ہمارے شیخ محسن اور مربی حضرت اقدس صوفی محمد اقبال صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی تازہ تالیف ہے۔اللہ پاک اس رسالہ کو بھی حضرت والا کی دیگر کتب ورسائل کی طرح شرف قبولیت سے نوازیں اور امت کے لیے مفید و نافع بنائیں آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ ۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین O الرّحمن الرحیم O و الصلوٰۃ و السلام علی رسولہ الکریم O الذی ھو بالمؤمنین رؤوف رحیم O

السعید من وعظ بغیرہٖ

یعنی سعید وہ ہے جو دوسرے کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے

اللہ جل شانہ وعم نوالہ کا ارشاد: وان تعدوا نعمۃ اللّٰہِ لا تحصو ھا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو تم شمار نہیں کر سکتے۔ اور یہ بھی ارشاد ہے: و اما بنعمۃ ربک فحدث یعنی اللہ تعالیٰ کے انعامات کا بیان کر...... اس ارشاد کی تعمیل میں بیان کرنا بطور شکر ہونا چاہیئے بطور فخر نہیں، کہ کسی نعمت کے حصول میں بندہ عاجز کو کوئی دخل نہیں، لیکن شکر کی توفیق بھی اسی محسن حقیقی کی دوسری نعمت و احسان ہے، لہٰذا ہر شکر پر مزید شکر لازم آتا ہے۔

مالک حقیقی کے سامنے انتہائی عاجزانہ ندامت کا اظہار کس طرح ہو؟

لہٰذا اس مالک کریم کے سامنے شکر سے عجز آور ندامت کا اظہار ہی کچھ شکر شمار ہو سکتا ہے، خود اللہ تعالیٰ کے حبیب امام المتقین وسید الشاکرین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اَللّٰھم لا احصیٰ ثناءً علیکَ انت کما اَثْنَیتَ عَلیٰ نَفْسِک. ''یعنی اے اللہ! میں آپ کی کماحقہ تعریف نہیں کر سکتا، آپ ایسے ہی ہیں جیسا کہ آپ نے اپنی تعریف خود کی ہے''۔

بندہ کاتب الحروف پر اللہ تعالیٰ کے جو بے حد و حساب احسانات اس ساری طویل زندگی میں ہوئے، ان میں سے یہاں صرف حرمین شریفین کے قیام کا انعام ذکر کرنا ہے جس کا کوئی حق ادا نہیں ہو سکا، بہت ناشکری اور ناقدری ہوئی۔

آئی تھی کچھ لین کو بھول چلی کچھ اور
کیا دکھاؤں گی اپنے پیا کو میرے خالی دونوں ہاتھ

اور اب لبِ گور ہوں، ضعف اور پیری کی حالت اس مجرمانہ غفلت کا کریم آقا کے سامنے اعترافِ جرم اور درخواست عفو و تجاوز ہی کرتا ہوں۔ ایمان کا تقاضا ہے کہ آدمی کو اللہ پاک کی پکڑ اور اس کا خوف اور اس کی رحمت کی امید دونوں ہونا چاہیئے کہ اللہ کی رحمت سے ناامیدی کفر ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل کو مانگتے رہنا بندگی کی نشانی ہے اور اس کے مکر (پکڑ کی خفیہ تدبیر) سے بے فکری بھی کبائر میں سے ہے۔ اپنے گناہوں کی وجہ سے خوف اور اپنے نیک اعمال پر بے اعتمادی کے ساتھ اللہ جل شانہ کی رحمت پر امید اور اللہ رحیم و کریم پر حسن ظن ہونا چاہیئے۔ خصوصاً زندگی کی شام ہو جانے پر جب قویٰ مضمحل ہو جائیں تو امید کو غالب کرنا چاہیئے۔ بندہ بھی اسی حال میں ہے کہ اللہ کی وسعتِ رحمت کا ذکر اور حسن ظن کو غالب کروں، اللہ کرے یہ رسالہ میرے حسن خاتمہ کی نیک فال ثابت ہو۔

اور اس تحریر سے یہ بھی امید ہے کہ حسب ارشاد اَلسَّعِيْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهٖ دوسرے مقیمین احباب عبرت حاصل کریں اور اللہ کریم کے اس عظیم الشان انعام کے بارے میں اپنا محاسبہ کر کے اصلاح کی فکر میں لگ جائیں تاکہ انعامات میں مزید ترقی ہو اور خسارے سے حفاظت ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ "یعنی اگر تم نے شکر کیا تو ہم تمہیں بڑھائیں گے اور اگر

ناشکری کی تو بے شک میرا عذاب بہت سخت ہے"۔ اور شکر کرنے میں بندہ کا اپنا ہی فائدہ ہے ورنہ اللہ کریم تو غنی، بے نیاز ہے۔

دعا بحضور

غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ جَوَّادٌ کَرِیْمٌ

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَجَائِیْ فَکَمْ مِنْ نِعْمَۃٍ اَنْعَمْتَ بِھَا عَلَیَّ قَلَّ لَکَ بِھَا شُکْرِیْ وَکَمْ مِنْ بَلِیَّۃٍ اِبْتَلَیْتَنِیْ بِھَا قَلَّ لَکَ بِھَا صَبْرِیْ، فَیَامَنْ قَلَّ عِنْدَ نِعْمَتِہٖ شُکْرِیْ فَلَمْ یَحْرِمْنِیْ وَیَامَنْ قَلَّ عِنْدَ بَلِیَّتِہٖ صَبْرِیْ فَلَمْ یَخْذُلْنِیْ وَیَامَنْ رَآنِیْ عَلَی الْخَطَایَا فَلَمْ یَفْضَحْنِیْ یَا ذَالْمَعْرُوْفِ الَّذِیْ لَایَنْقَضِیْ اَبَداً وَیَاذَالنُّعَمَاءِ الَّتِیْ لَا تُحْصیٰ اَبَداً اَسْئَلُکَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی (سَیِّدِنَا) مُحَمَّدٍ ﷺ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ وَبِکَ اَدْرَءُ فِیْ نُحُوْرِ الْاَعْدَاءِ وَالْجَبَابِرَۃِ۔

یا اللہ میری امید بس تیری ہی ذات سے وابستہ ہے بہت سی نعمتیں جو تو نے میرے اوپر فرمائیں اور میں نے ان کا شکر ادا نہ کیا اور کتنی مصیبتوں میں تو نے میری آزمائش کی اور میں نے ان پر صبر نہ کیا تو اے وہ ذات کہ جب میں نے اس کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا تو اس پر بھی اس نے مجھ کو محروم نہ رکھا اور جب اس کی آزمائش پر میں نے صبر نہ کیا تو اس نے مجھ کو رسوا نہیں کیا، اے وہ مہربان کہ جب اس نے مجھے خطا کرتے دیکھا تو بدنام نہ کیا، اے خوبیوں کے مالک جو کبھی فنا نہ ہوں گی اور اے انعامات فرمانے والے جس کی کبھی شمار نہیں کی جا سکتی میں تجھ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ درود بھیج سیدنا محمد ﷺ پر اور اولاد سیدنا محمد ﷺ پر، اے اللہ ہم دشمنوں اور ظالموں کو تیری ذات ہی کے سہارے دفع کرتے ہیں۔

یہ شوق انگیز اور عبرت آموز تحریر مرجع و مرکز عالم مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے اس حصہ میں جو کہ بروئے حدیث نبوی ﷺ جنت کی کیاری ہے، اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ

کے منبر شریف کے پاس بیٹھ کر شروع کی، یہاں سے چند گز کے فاصلہ پر وہ مقدس مقام ہے جو باتفاق علماء عرش و کرسی سے بھی زیادہ متبرک ہے۔ (فضائل حج، حضرت شیخ الحدیث ؒ)

اللہ کریم نے بندہ کو سینتیس ۳۷ برس کی عمر میں اپنے اور اپنے پاک رسول ﷺ کے دربار میں حاضری اور قیام کی توفیق بخشی اور اب مدینہ منورہ میں قیام کا چھبیسواں سال شروع ہے۔ اس قیام کے اکثر حصہ میں حضرت قطب الاقطاب شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ العزیز کی خدمت میں بھی حاضری رہی۔

سکھایا تھا مجھے جو دینِ حق اک شیخ کامل نے
مجھے لازم تھا اس سب کی تمھیں بھی اب خبر کرنا
(مکتوب عزیزوں کے نام)

ترے کرم کے ہم نثار، تری عطا کا کیا شمار
دے دیا عاصیوں کو بار اپنے حریم ناز میں

اس عرصہ میں جو دیکھا، سمجھا اور اپنے ساتھ پیش آیا اس کو مندرجہ ذیل فصلوں میں بیان کرتا ہوں۔

فصل اوّل: مع ضروری تمہید جس میں اللہ پاک کا کرم، اس کی وسعت رحمت اور نبی کریم ﷺ کی امت پر شفقت اور ان کی وجہ سے اللہ کا کرم۔

فصل دوم: حرمین شریفین کے مختصر فضائل۔

فصل سوم: حرمین شریفین کے زائرین کی فضیلت۔

فصل چہارم: حرمین شریفین کے مستقل مقیمین کی فضیلت اور ان کا شرف۔

فصل پنجم: نعمت عظمیٰ، سعادت کبریٰ، مدینہ منورہ کی موت۔

ایک اہم تنبیہ

آخر میں دس سال پہلے کا مطبوعہ رسالہ آداب الحرمین جس کی فہرست مضامین اسی کے ساتھ ہے۔

فصل اوّل کی اہم تمہید

اس فصل میں اللہ ﷻ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی وسعتِ رحمت بے انتہا جود و احسان و شانِ کریمی اور انکی صفات کے مظہر اتم اس کے رسول کریم ﷺ کی امت پر شفقت، رحمت اور شان کریمی کا بیان ہوگا، اس میں ہر جگہ کا ہر مومن "میاں رحم وکرم" ہے، البتہ اہل حرمین شریفین کی خصوصیت ضرور ہے جس کی تفصیل اگلی فصلوں میں بیان ہوگی۔

جو کوئی اللہ کریم کو تو مانتا ہو لیکن اس کے رسول کریم کا یا ان کی خصوصیات کا منکر ہو تو وہ مردود ہے، اس کی توحید معتبر نہیں۔ اسی طرح جو رسول کریم ﷺ کے عشق کا تو دعویٰ کرے، لیکن اللہ کریم کی خدائی صفات الوہیت، ربوبیت اور یکتائی و کبریائی میں کسی کو شریک کرتا ہو وہ بھی مشرک ہے۔ یہاں ایک نازک اور ضروری امر ملحوظ رہنا چاہیئے کہ: اللہ تعالیٰ نے خدائی صفات کے علاوہ دیگر جو صفاتِ کمال بھی کسی بشر کو عطا کی جا سکتی تھیں وہ سب اپنے حبیب ﷺ کے جسدِ اطہر میں ودیعت رکھ کر ان کو اپنے کمال کا مظہر اتم بنادیا۔[1] لہٰذا رسولِ کریم ﷺ کو رب کریم نے جو صفاتِ کمال اور خصوصیات عطا فرمائی ہیں اور اس کا اعلان قرآن و سنت کے ذریعہ ہو چکا، ان سب کو ماننا بھی مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے ورنہ رَبِّ کریم کے ارشادات کا انکار لازم آتا ہے، لیکن ان خصوصیات کی تشریح کرنا یا اپنی عقل و قیاس سے ان میں کمی بیشی کرنا ممکن نہیں کیونکہ اللہ کے حبیب کا مرتبہ بہت بلند ہے انہوں نے خود فرمایا الا وانا حبیب اللہ۔[2]

---

[1] بلکہ رسول اللہ ﷺ کے سچے نائبین اولیاء کرام بھی حسب مراتب متخلق باخلاق اللہ ہوتے ہیں۔

[2] کلام اللہ شریف، بیت اللہ شریف اور رسول اللہ ﷺ اعظم شعائر اللہ میں سے ہیں اور شعائر اللہ کی تعظیم کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی علامت قرار دیا ہے۔ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ

چنانچہ شیخ الاسلام امام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَكَانَ مِنْ رَّبِّهٖ بِالْمَنْزِلَةِ العلیا الَّتِیْ تَقَاصَرتِ الْعُقُوْل و الْاَلْسِنَةُ عَنْ مَعْرِفَتِهَا وَنَعْتِهَا. امام الانبیاء ﷺ کا اپنے رب کے ہاں اس قدر بلند مرتبہ ہے کہ جس تک انسانی عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی اور جن کی تشریح سے انسانی زبانیں قاصر ہیں۔

لہٰذا قرآن پاک اور حدیث شریف میں حضور ﷺ کی جو خصوصیات بیان فرمائی گئی ہیں ان پر ایمان لانا ضروری ہے، مثلاً:

1 مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰه یعنی جس نے حکم مانا حضور ﷺ کا اس نے حکم مانا اللہ کا۔

2 اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعون اللّٰه جو حضور ﷺ سے بیعت کرتے ہیں وہ گویا اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔

3 يا ايُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنوا اٰمِنُوا بِا اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اے ایمان والو یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر۔

اسی طرح قرآن پاک اور احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت ہے، حضور ﷺ کی خوشنودی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ حضور ﷺ کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے، حضور ﷺ کی ناراضگی سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے، حضور ﷺ کا مخالف اللہ تعالیٰ کا مخالف ہے، حضور ﷺ کو ایذا دینا اللہ تعالیٰ کو ایذا دینا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے پاک نام کو اپنے پاک نام کے ساتھ کلمۂ شہادت میں شامل کیا، ایسے ہی آپ ﷺ پر درود کو اپنے درود کے ساتھ شامل کیا۔

یہاں عبادت، مماثلت اور شرک کا خیال آنا جہالت ہے، مطاع حقیقی تو بیشک اللہ ﷻ وحدہٗ لا شریک لہ ہے۔ لیکن ان تمام عقائد کی تصدیق کا مظہر، مکمل التوحید،

سید دو عالم ﷺ کی ذات عالی کو بنایا اور پھر جگہ جگہ اس کو بیان بھی فرمایا۔ مختصر یہ کہ صفات و خصوصیات کی حقیقت ہر جگہ ایک نہیں ہے۔

نیز یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اللہ پاک نے اپنے پاک حبیب ﷺ کو بہت کمالات سے نوازا ہے اور ان میں سے خاص منصب عبداللہ کا ہے۔ چنانچہ جہاں بھی کمالات اور قرب کا بیان ہوا تو عبدہٗ سے بیان فرمایا: (سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ)، (اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ)، (وَلَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ)۔

اسلام کی یہ زریں تعلیم ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں خصوصاً محبت و عظمت میں افراط و تفریط سے کام نہ کیا جائے۔ ان کو "عبد اللّٰہ" مانتے ہوئے اللہ پاک کی صفات کا مظہر اتم یقین کرنا چاہیئے۔

ذیل میں چند صفات کا ذکر ہوگا جس سے معلوم ہوگا کہ اللہ پاک نے اپنے پاک حبیب کو کیسے نوازا۔ پس انسانیت کی حقیقی سعادت آپ کے اتباع میں ہے۔

آج کل بسا اوقات نادانستہ طور پر حق توحید ایسے ادا کرتے ہیں کہ حق رسالت میں کوتاہی ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، ایسا کرنا اچھی بات نہیں۔

✿ ✿ ✿ ✿ ✿

اب فصل اول شروع ہوتی ہے

دو کریموں میں امیدوں کا سہارا مل گیا

رب کریم اللہ جلّ جلالہٗ و عم نوالہٗ ✿ رسولِ کریم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

۱

✿ رب کریم اپنی شان ربوبیت کے مطابق رؤف ورحیم ہیں۔

✿ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندہ اور رسول کریم ﷺ کو ان کی شانِ عبدیت کے مطابق رؤف ورحیم بنایا۔

۲

✿ واجب الوجود جناب باری تعالیٰ نے اپنے متعلق فرمایا: وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ''اور ہم اس سے نزدیک ہیں دھڑکتی رگ سے زیادہ'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی شایانِ شان انسان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اگر یہ نہ ہو تو انسان کا یہ مجازی وجود ہی نہ رہے۔

✿ اور سید الموجودات ﷺ کے متعلق فرمایا: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ''نبی سے لگاؤ ہے ایمان والوں کو زیادہ اپنی جان سے'' اس ایمانی و معنوی لگاؤ و رشتہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کا ہر مومن پر اس کی جان سے زیادہ حق ہے اور ہر مومن کو آپ ﷺ کے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ایمان کا وجود ہی نہ رہے۔

۳

✿ رب کریم کا اپنے متعلق ارشاد ہے: وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ، فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ

يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ "اور میری رحمت شامل ہے ہر چیز کو، یعنی میری رحمت (ایسی عام ہے کہ) تمام اشیاء کو محیط ہو رہی ہے، تو وہ رحمت ان لوگوں کے نام تو (کامل طور) ضرور ہی لکھ دوں گا جو متقی ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور ایمان رکھتے ہیں"۔

دوسری آیت شریفہ میں ہے: كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ "یعنی اللہ کریم نے رحمت کرنے کو اپنے ذمہ لکھ لیا ہے"۔

سبحان اللہ! رب العالمین کا کیسا پختہ وعدہ ہے جس کو لکھ لیا گیا، فرمایا: سَبَقَتْ رَحْمَتِيْ عَلٰى غَضَبِيْ وَاَنَا اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ "میرے غضب پر میری رحمت غالب ہے اور میں تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحیم ہوں"۔

❁ رب کریم کا اپنے رسول ﷺ کے متعلق ارشاد ہے: وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ "اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔

اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ "میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی رحمت ہوں"۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح میں فرمایا کہ: "میں اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو تحفہ کے طور پر عطا فرمایا، جس نے اللہ تعالیٰ کا ہدیہ قبول کیا وہ کامیاب ہو جائے گا جس نے قبول نہ کیا وہ ذلیل وخوار ہوگا"۔

پس معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو اللہ پاک نے آپ ﷺ کی شان عبدیت کے مطابق رؤف الرحیم بنایا۔

۴

❁ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ الرَّحِيْمٌ "یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر شفیق بہت مہربان ہیں"۔

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ "اور آپ کا رب بہت بخشش والا رحمت والا ہے"۔

نَبِّئْ عِبَادِيْ اَنِّيْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ "میرے بندوں کو خبردار کردیں کہ یقیناً میں

بہت بخشش والا مہربان ہوں"۔

وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۝ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ "اور وہی بخشنے والا محبت کرنے والا مالک عرش کا بڑی شان والا، کرڈالنے والا جو چاہے"۔

وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْم "اور میں ہی توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم والا ہوں"۔

التواب کے معنٰی بار بار توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ "اللہ تعالٰی بار بار توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے"۔

وہ بازی خطا کی جتاتے رہیں
میں ان کے بھروسہ پہ ہارا کروں

❁ اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب ﷺ کے متعلق فرمایا: بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِيْم "وہ مومنین پر بہت شفقت کرنے والے بہت مہربان ہیں۔"

خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نبی التوبہ ہوں، میں نبی الرحمۃ ہوں۔ اور فرمایا: شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِيْ "میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں کے لیے ہے"۔

حقوق العباد کی معافی کے لیے مقبول دعا

(جس میں وہ حقوق العباد مراد ہیں جن کے ایفاء کا قصد تھا مگر بندہ ایفاء سے عاجز ہوگیا) آپ ﷺ نے رب کریم سے دعا کی: "اے رب اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو اس کے حق کا عوض جنت سے دے کر ظالم کو بخش دیں"۔ یہ دعا مزدلفہ کی صبح قبول ہوئی تو آپ ﷺ نے خندہ یا تبسم فرمایا۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حق جل شانہ کی صفت رأفت و رحم کے مظہر اتم ہیں۔

۵

❁ حدیث قدسی میں اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ: مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ عَنْ ذِكْرِيْ

وَمَنْ شَغَلَنِیْ اَعْطَیْتُهٗ اَفْضَلَ مَا اُعْطِیَ السَّائِلِیْنَ (الحدیث) ''جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولی کی وجہ سے دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی میں اس کو سب دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں''۔ ایسا ہی ارشاد ذکر اللہ میں مشغولی والوں کے لیے بھی ہے۔

جو شخص اللہ پاک سے اس کے حبیب ﷺ کی تعظیم اور ان کے لیے رحمتِ خاصہ مانگے یعنی درود شریف پڑھے، اس کے حق میں دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ ملنے کی بشارت ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کا فرمان اس شخص کے لیے کہ جس نے عرض کیا تھا: ''یارسول اللہ! اگر میں سارے (دعاؤں کے) وقت کو آپ پر درود کے لیے مقرر کردوں تو کیسا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ''ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ تیری دنیا اور آخرت کے سارے فکروں کی کفایت کرے گا اور تیرے گناہ بھی معاف کردیئے جائیں گے''۔

۶

اللہ ﷻ نے فرمایا: فَاذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمْ ''تم مجھے یاد کرو گے تو میں تمہیں (خصوصی توجہ و رحمت) سے یاد کروں گا''۔

اللہ ﷻ کے حبیب ﷺ نے فرمایا: مَنْ صَلّٰى عَلَیَّ مَرَّةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ''جو مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت بھیجتا ہے''۔ ایک روایت میں دس خطائیں معاف ہونا اور دس درجے بلند ہونا بھی آیا ہے۔

۷

اللہ کریم نے اپنے ذکر کے متعلق فرمایا: اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر

ذکر اللہ کے سوا کوئی ایسا فرض عائد نہیں کیا جس کی کوئی حد مقرر نہ ہو۔ نماز پانچ وقت کی اور ہر نماز کی رکعات متعین ہیں، روزے ماہ رمضان کے متعین، حج بھی خاص مقام پر خاص اعمال مقررہ کرنے کا نام ہے۔ (ساری عمر میں فرض صرف ایک دفعہ ہے) زکوٰۃ بھی سال میں صرف ایک دفعہ فرض ہوتی ہے مگر ذکر اللہ ایسی عبادت ہے کہ نہ اس کی کوئی حد اور تعداد متعین ہے، نہ کوئی خاص وقت اور زمانہ مقرر ہے، نہ اس کے لیے کوئی خاص ہیئت قیام یا نشست کی مقرر ہے، نہ اس کے لیے طاہر، باوضو ہونا شرط ہے۔ ہر وقت ہر حال میں ذکر اللہ بکثرت کرنے کا حکم ہے۔ سفر ہو یا حضر، تندرستی بیماری، خشکی میں ہو یا دریا میں، رات ہو یا دن، ہر حال میں ذکر اللہ کا حکم ہے اس لیے اس کے ترک میں انسان کا کوئی عذر مسموع نہیں۔

(ماخوذ از معارف القرآن)

حضرت ابوسعید خدری ﷜ سے روایت ہے کہ تم اللہ کا ذکر اتنا کرو کہ دیکھنے والے تمہیں دیوانہ کہنے لگیں۔ دیگر آیات قرآنی اور احادیث شریفہ میں بکثرت ذکر اللہ کرنے کے بہت فضائل آئے ہیں، اس لیے کہ یہ سب اعمال کی روح ہے، اس سے جو احسانی، ایمانی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اس سے اعمال کی قیمت بے انتہاء بڑھ جاتی ہے، حبّ اللہ کا غلبہ ہو جاتا ہے اور یہی ذکر اللہ تمام دنیا کی بھی روح ہے، جب اللہ اللہ کہنے والا کوئی نہ رہے گا تو قیامت آجائے گی۔

(مفصل حضرت شیخ کا رسالہ فضائل ذکر میں دیکھیں)

۞ اللہ ﷻ نے اپنے حبیب ﷺ کے متعلق فرمایا: ورفعنا لک ذکرک "اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا"۔ سید السادات، فخر انبیاء و مکمل التوحید، محاء الملل ﷺ نے رفعتِ ذکر کی یوں تشریح فرمائی: اتانی جبریل فقال یقول لک ربّک اتدری کیف رفعت ذکرک ؟ قال ، اللہ اعلم ، قال

اذا ذُکِرتُ ذکرتَ مَعِیْ . (فتح جلد ۸ ص ۵۴۷) ''میرے پاس جبریل امین علیہ السلام آئے اور یہ کہا کہ ''آپ کا رب فرماتا ہے کہ: ''کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کا ذکر کس طرح بلند کیا ہے؟'' حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔'' تو جبریلؑ نے اللہ کا یہ فرمان سنایا کہ: ''جب میرا ذکر ہوگا تو میرے ساتھ تیرا بھی ذکر ہوگا''۔

اسلامی عقائد و شریعت میں یہ عقیدہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ ا۔ توحید باری تعالیٰ پر ایمان بھی اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک سید دو عالم ﷺ کی رسالت کی شہادت نہ دے۔ ۲۔ اسی طرح جہاں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوگا وہاں سید دو عالم ﷺ کا ذکر بھی ہوگا کلمہ طیبہ، اذان، اقامت، نماز سب جگہ آپ کا ذکر عالی ساتھ ساتھ مذکور ہے۔ کوئی تقریر یا تحریر، کوئی مجلس یا وعظ ایسی نہیں جس میں حمد کے ساتھ صلاۃ نہ ہو۔ ۳۔ کائناتِ ارضی و سماوی میں رفعتِ شانِ محمد ﷺ کا مظہر درود شریف ہے جس کو خود اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنے سے شروع فرمایا، ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔

يَـا رَبِّ صَـلِّ وَسَـلِّـمْ دَائِـمـاً اَبَـداً　　　عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْـخَـلْـقِ كُلِّهِمِ

۸

رب کریم نے فرمایا: قل یٰعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسهم لاتقنطوا من رحمة الله ، انّ الله یغفر الذنوب جمیعا ، انه هو الغفور الرحیم O

''کہہ دو اے بندو میرے جنہوں نے کہ زیادتی کی ہے اپنی جان پر آس مت توڑو اللہ کی مہربانی سے، بے شک اللہ بخشتا ہے سب گناہ، وہ جو ہے وہی ہے گناہ معاف کرنے والا مہربان''۔

فائدہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ: ''یہ آیت گنہگاروں کے لیے قرآن کی سب آیتوں سے زیادہ امید افزا ہے۔ مگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ: سب سے زیادہ رجاء اور امید کی یہ آیت ہے: ان

رَبَّکَ لذو مغفرۃ للنّاس علیٰ ظلمھم ''یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کا رب لوگوں کی خطائیں باوجود ان کی بے جا حرکتوں کے معاف کر دیتا ہے''۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ سب سے بڑھ کر امید گاہِ مغفرت یہ آیت اس وجہ سے ہے کہ اس میں علی ظلمھم کا لفظ امید دلا رہا ہے کہ بغیر توبہ کے بھی (مسلمان کی) مغفرت ہو سکتی ہے، کیونکہ توبہ کرنے والا تو ظلم پر نہیں رہتا، وہ بے گناہ کی طرح ہو جاتا ہے۔ (ماخوذ از تفسیر مظہری)

فائدہ: اور ہماری توبہ بھی تو برائے نام توبہ ہوتی ہے کیونکہ توبہ کے اکثر شرائط، ندامت، حضورِ قلب وغیرہ میں کمی ہوتی ہے۔ اسی لیے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ہمارا استغفار خود استغفار کا محتاج ہے۔ بہرحال توبہ کے بعد بھی عفو و رحمت کی سب کو ضرورت ہے اور وہ موجود ہے لہٰذا کسی کو کسی حال میں مایوس نہ ہونا چاہیئے ۔

گناہ آئینہ عفو و رحمت است اے شیخ
مبیں بچشم حقارت گناہ گاراں را

من القصیدہ۔

یا نفس لا تقنطی من زلۃ عظمت
ان الکبائر فی الغفر ان کاللّممِ

یعنی اے عاجز بندے تو بڑے گناہوں کی وجہ سے نا امید نہ ہو، کیونکہ اللہ کریم و رحیم کی بخشش کے آگے بڑے بڑے گناہ مثل چھوٹے گناہوں کے ہیں، (جو بغیر توبہ ہی کے معاف ہوتے رہتے ہیں بشرطیکہ حقیقت میں صغیرہ ہی ہوں، کیونکہ بہت سے صغائر کبائر کے حکم میں ہو جاتے ہیں) ۔

لعل رحمۃ ربی حین یقسمھا
تأتی علیٰ حسبِ العصیان فی القسم

''امید ہے کہ جب اللہ کریم اپنی رحمت کو تقسیم فرمائے گا تو وہ رحمت گنہگاروں کو گناہوں کے موافق حصہ میں آئے گی''۔

یــا ربّ وَاجْعَلْ رجــائــی غیــر منعکــس

لـدیک واجعل حســابــی غیــر منخرِم

''اے میرے اللہ کریم! میں پرامید ہوں اس کے خلاف نہ کرنا، اور اپنے انعامات و عنایات ہمیشہ جاری رکھنا کہ یہ کھاتہ کبھی بند نہ ہو''۔

۞ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس صفت کا ظہور اس طرح فرمایا کہ: اپنے حبیب ﷺ سے قرآن میں وعدہ فرمایا ہے: ولسوف یعطیک ربک فترضی O ''آگے دے گا تجھ کو تیرا رب پھر تو راضی ہوگا''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ آپ تو کبھی بھی خوش نہ ہوں گے اگر آپ کی امت میں سے ایک آدمی بھی دوزخ میں رہے گا۔ (درمنثور)

اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے آپ کو خوش کرنے کا تو انشاء اللہ تعالیٰ ایک امتی بھی دوزخ میں نہیں رہے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ رو رہے تھے اور ہاتھ اٹھا کر ''اے اللہ میری امت، اے اللہ میری امت'' فرما رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ (اور یوں تو تمہارا پروردگار جانتا ہی ہے) اور ان سے پوچھو آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے آپ سے پوچھا، رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ تھا ان کو بتایا، یعنی اپنی امت کی فکر، حق تعالیٰ نے جبریل سے فرمایا، محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور کہو! ہم آپ کو آپ کی امت کے معاملہ میں خوش کر دیں گے اور رنج نہ دیں گے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں ؎

عجب نہیں تیری خاطر سے تیری امت کے
گناہ ہوویں قیامت کو طاعتوں میں شمار
بکیں گے آپ کی امت کے جرم ایسے گراں
کہ لاکھوں مغفرتیں کم سے کم پہ ہوں گی نثار

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے متعلق فرمایا: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ O ''اے لوگو! تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گذرتی ہے اور وہ تمہارے فائدے کے لیے بہت ہی آرزومند ہیں اور تمہاری خیر خواہی اور نفع رسانی کی خاص تڑپ ان کے دل میں ہے''۔

جب آپ تمام جہانوں کے لیے اس قدر خیر خواہ ہیں تو خاص ایمانداروں کے حق میں ظاہر ہے کہ کس قدر مشفق اور مہربان ہوں گے، اسی لیے ''بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ'' فرمایا گیا کہ مؤمنین کے ساتھ تو بہت ہی شفقت کرنے والے اور بہت ہی رحم کرنے والے ہیں۔ اور دوسری جگہ فرمایا گیا: اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ''نبی ﷺ کو مسلمانوں کے ساتھ ان کے نفوس (جانوں) سے بھی زیادہ تعلق ہے''۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک بار امت کی مغفرت کی درخواست کرنے میں پوری رات ایک ہی آیت پڑھتے رہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ آیت یہ تھی: اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کو میں نے خوش دیکھا تو عرض کیا: ''یارسول اللہ میرے لیے دعا فرما دیجئے۔'' آپ نے فرمایا:

اللّٰھُمَّ اغفر لعائشۃ ماتقدّم من ذنبھا و ماتاَخّر و ما اسرّتْ وَمَا اَعْلَنَتْ

یہ دعا سنکر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خوشی کے مارے ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوگئیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری دعا سے تمہیں بہت خوشی ہوئی؟ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ: ''آپ کی دعا سے میں کیسے خوش نہ ہوں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ: یہی دعا اپنی امت کے لیے ہر نماز کے بعد کیا کرتا ہوں؟''[1]

نہ آخر رحمۃ للعا لمینی
زمحرو ماں چرا غافل نشینی

''آپ یقیناً رحمۃ للعالمین ہیں، ہم حرمان نصیبوں اور ناکامان قسمت سے کیسے تغافل فرماسکتے ہیں۔''

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَداً
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

❁❁❁❁❁

---

[1] زوائد الفرائد عن مجمع الزوائد

فصل دوم

بیت اللہ شریف و مکّہ مکرمہ زادہا اللہ تعالیٰ تشریفاً وتکریماً
بیت الرسول و مدینہ منورہ علیٰ منورہا الصلوٰۃ والسلام

مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ دونوں مقدس مقامات مسلمانوں کی محبت کی آماجگاہ ہیں اور دونوں کے فضائل احادیث میں کثرت سے آتے ہیں اسی وجہ سے علماء میں اختلاف ہوگیا کہ ان دونوں میں سے کون سا افضل ہے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فضائل حج کی دسویں فصل کی حدیث نمبر ۲ پر اس کو مفصل نقل فرمایا ہے۔ یہاں صرف یہ مقصد ہے کہ اللہ پاک کو اپنے پاک حبیب ﷺ سے اس قدر پیار تھا کہ جب انہوں نے اللہ پاک کی رضامندی کے لیے مکہ مکرمہ چھوڑا تو صرف مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کے قیام پذیر ہونے کی وجہ سے کس قدر برکات و رحمتوں کا نزول ہوا؟ (جس طرح مکہ مکرمہ رحمتوں اور برکتوں کا مہبط تھا مدینہ منورہ ویسے ہی بن گیا) پس انسانیت کے لیے دینی اور دنیوی خیر کا ذریعہ آپ ﷺ کا اتباع ہے۔

۱

❁ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: انّ اول بیت وضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مبارکا وھدی للعالمین ○ "یقیناً وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں (کی عبادت) کے واسطے مقرر کیا گیا وہ مکان ہے جو مکہ میں ہے (یعنی کعبہ شریف) وہ برکت والا مکان ہے اور تمام لوگوں کے لیے ہدایت (کی چیز) ہے"۔

و من دخله کان امنا "جو شخص حرم کے حدود میں داخل ہو جائے وہ امن والا ہے۔"

۞ باری تعالیٰ عز اسمہ نے اپنے جس محبوب بندہ کے لیے ساری کائنات کو وجود بخشا، [1] اس نے جب مکہ مکرمہ کو چھوڑا تو فرمایا: اللھم انھم اخرجونی من احب البلاد الیّ فاسکنی فی احب البلاد الیک (رواہ الحاکم) "اے اللہ ان (مشرکین) نے مجھے اس شہر سے نکلنے پر مجبور کیا جو مجھے سب سے زیادہ پیارا تھا تو تو اب مجھے اس شہر کی سکونت دے جو تجھے سب سے زیادہ پیارا ہو"۔

حدیث پاک میں حضور ﷺ کی دعا ہے: اللھم حبّب الینا المدینہ کحُبّنا مکّۃ او اشدّ "اے اللہ! مدینہ کو ہمارے لیے مکہ سے بھی زیادہ محبوب بنا دے"۔

چنانچہ جس شہر کو اللہ جل شانہ نے اپنے محبوب دو جہاں کے سردار کی قیام گاہ تجویز کیا ہو اس کے لیے اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہوگی کہ اللہ نے اپنے محبوب کے رہنے کے لیے اس کو پسند کیا، اور اس کے بعد پھر کسی دوسرے شہر کو اس پر کیا فوقیت ہو سکتی ہے؟

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: وہ مواقع جو وحی کے نزول کے ساتھ آباد ہوئے ہوں، قرآن پاک ان میں نازل ہوتا رہا ہو، حضرت جبریل، حضرت میکائیل علیہما السلام بار بار ان میں حاضر ہوتے رہے ہوں، مقرّب فرشتے ان میں اترتے رہتے ہوں، ان کے میدان اللہ کے پاک ذکر اور تسبیح سے گونجتے رہے ہوں، ان کی مٹی حضور اقدس ﷺ کے جسم اطہر پر پھیلی ہوئی ہو، اللہ کے دین اور اس کے پاک رسول ﷺ کی سنتیں وہاں سے اس قدر کثیر مقدار میں جاری ہوئی ہوں، وہاں فضائل اور برکات اور خیرات کے مشاہد ہوں، وہاں حضور ﷺ کے چلنے پھرنے اور کھڑے ہونے کے مقامات ہوں، وہ

---

[1] یہی عقیدہ ہمارے سب اکابرین کا ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اپنے فتاویٰ جلد: ۱ ص: ۹۶ میں اسکو تفصیل سے لکھا ہے۔

اس قابل ہیں کہ ان کے میدانوں کی تعظیم کی جائے، ان کی خوشبوؤں کو سونگھا جائے، اس کے در و دیوار کو چوما جائے۔ (شفاء کذا فی فضائل حج)

۲

❁ اور فرمایا: واذجعلنا البیتَ مَثَابَۃً لِلنَّاسِ و اَمْنًا ''وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس وقت کہ ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لیے مرجع بنایا اور امن (کی جگہ)۔''

فائدہ: مرجع بنانے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ قبلہ بنایا کہ لوگ نماز میں اس کی طرف رجوع کریں، دوسرے یہ کہ حج و عمرہ کے لیے اس کی طرف چل کر آویں، اور ہو سکتا ہے ''مثابہ'' ثواب سے ہو کہ ثواب کی جگہ بنایا کہ وہاں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے۔

❁ قطب الاقطابؒ حضرت شیخ الحدیث علامہ محمد زکریا مہاجر مدنیؒ فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کی وہ زمین جو حضور اقدس ﷺ کے جسم مبارک سے متصل ہے اس میں کوئی اختلاف علماء میں نہیں ہے، وہ بالاتفاق سب علماء کے نزدیک سب جگہوں سے افضل ہے۔

ابن عساکر، قاضی عیاض رحمہم اللہ وغیرہ حضرات نے اس پر ساری امت کا اتفاق اور اجماع نقل کیا ہے کہ یہ حصہ زمین کا بیت اللہ شریف سے بھی افضل ہے۔ بلکہ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ عرش معلّٰی سے بھی زیادہ افضل ہے۔ جس کی وجہ علماء نے یہ لکھی ہے کہ آدمی جس جگہ دفن ہوتا ہے اسی جگہ کی مٹی سے ابتداء میں وہ پیدا کیا جاتا ہے تو گویا حضور اقدس ﷺ کا بدن مبارک بھی اسی مٹی سے بنا ہے۔ (شرح مناسک نووی)

اور مواہب اللدنیہ میں بھی اس مسئلہ کو اجماعی مسئلہ لکھا ہے۔ بلکہ ابن عقیل حنبلیؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے۔

حضرت شیخؒ آگے فرماتے ہیں: ''عرش سے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ مکان سے بے نیاز ہے اور زمین کے اس حصہ میں حضور اقدس ﷺ کا جسم مبارک موجود ہے''۔ (فضائل حج)

۳

حدیث پاک میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ کی ایک سو بیس رحمتیں اس گھر پر روزانہ نازل ہوتی ہیں جن میں سے ساٹھ طواف کرنے والوں پر اور چالیس نماز پڑھنے والوں پر اور بیس بیت اللہ کو دیکھنے والوں پر ہوتی ہیں۔

فائدہ: بیت اللہ شریف کا صرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ حضرت سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں کہ جو ایمان اور تصدیق کے ساتھ کعبہ کو دیکھے وہ خطایا سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسا آج ہی پیدا ہوا ہو۔

صرف دیکھنے کے دیگر بہت سے فضائل رسالہ ''فضائل حج'' میں دیکھیں۔

ف: دیکھنے کی فضیلت کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی یاد پیدا ہوتی ہے اور اللہ کے ذکر کا درجہ سب سے بڑا ہے۔

❁ ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ: ''ہر شہر تلوار سے فتح ہوا مگر مدینہ طیبہ قرآن سے فتح ہوا''۔ (زرقانی)

نیز مدینہ منورہ میں حضور اقدس ﷺ کا قیام اتنا طویل ہے کہ ہجرت سے لے کر قیامت تک اسی شہر میں قیام ہے اور حضور ﷺ کے جسم مبارک کے یہاں موجود ہونے کی وجہ سے جس قدر اللہ جل شانہ کی رحمتیں ہر آن ہر وقت نازل ہوتی رہتی ہیں ان کا نہ شمار ہوسکتا ہے نہ اندازہ۔ نیز شریعتِ مطہرہ کی تکمیل اور شریعت کے جتنے احکام اس شہر میں نازل ہوئے اتنے نہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئے نہ کسی اور جگہ۔

اور اسماعیل قاضیؒ نے اپنے رسالہ درود شریف میں لکھا ہے کہ روزانہ ستر ہزار

فرشتے سلام کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔

۴

✿ مکہ مکرمہ میں کعبہ کے علاوہ مسجد الحرام جس میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے ثواب کے برابر ہے، اس کے علاوہ وہاں حجر اسود، مقام ابراہیم، ملتزم، زمزم شریف وغیرہ کئی مقام ہیں جن کے بے شمار فضائل ایسے ہیں جو وہاں کے قیام اور حاضری کی رغبت دلاتے ہیں، یہاں صرف مختصر توجہ دلانا ہے کہ تحریر کا مقصد انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا۔

✿ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ کوئی زمین ایسی نہیں کہ جو مجھے زیادہ محبوب ہو اس اعتبار سے کہ میری قبر وہاں ہو بجز مدینہ کے۔ (یا اللہ اپنے کرم سے راقم الحروف کو بھی مدینہ طیبہ کی ایمان کے ساتھ موت نصیب فرما۔ آمین)

۵

✿ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرم قرار دیا کہ حرم کی حدود میں احرام کے بغیر داخلہ کی اجازت نہیں یہی وہ شہر ہے جہاں جنگلی جانور کا شکار بھی جرم ہے، درخت کاٹنا بھی منع ہے۔ یہی وہ شہر ہے جس کے متعلق حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی مقبول دعا قرآن پاک میں ہے۔ فاجعل افئدةً من الناس تهوىٰ اليهم وارزقهم من الثمرات ''اے اللہ لوگوں کے دل اس شہر (مکہ مکرمہ) کی طرف مائل کر اور ان کو پھل عطا کر''۔ اس دعا کی قبولیت کا مشاہدہ کھلی آنکھوں ساری دنیا کر رہی ہے، لیکن اس مقدس مقام کا اصل موضوع اور مقصد اور پیغام نمبر ایک[1] والی آیت ہے یعنی: ان اول بيت وضع للناس (الایۃ) میں بیان ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مقدس جگہ کا مزاج اور یہاں قیام کا مقصد جن الفاظ میں بیان کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ذکر فرما دیا: رَبَّنَا اِنِّیْۤ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ

زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ "اے پروردگار میں نے اپنی اولاد میدان (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیرے غیرت (وادب) والے گھر کے پاس لا بسائی ہے، اے پروردگار تا کہ یہ نماز قائم کریں۔"

❁ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ نے اسی شہر مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے جس کے معنٰی "پاکی" کے بھی ہیں، اور عمدگی کے بھی۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کے اندر رہنے والے پاکیزہ لوگ ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ مدینہ برے لوگوں کو یہاں سے اس طرح نکال دیتا ہے جیسا کہ بھٹی لوہے سے میل کچیل کو صاف کر دیتی ہے۔ نیز حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ بیشک ایمان مدینہ کی طرف ایسا کھنچ کر آتا ہے جیسا کہ سانپ اپنے سوراخ کی طرف۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کی یہ دعا نقل کرتے ہیں کہ: "اے اللہ! جتنی برکتیں آپ نے مکہ مکرمہ میں رکھی ہیں ان سے دوگنی برکتیں مدینہ طیبہ میں عطا کر"۔

۲

❁ اللہ کریم کے حبیب ﷺ نے ہجرت کے وقت مکہ مکرمہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ تو کتنا بہتر شہر ہے اور مجھ کو کتنا زیادہ محبوب ہے، اگر میری قوم (مشرکین) مجھے نہ نکالتی تو تیرے سوا کسی دوسری جگہ قیام نہ کرتا ۔

نہ اس میں گھاس اگتی ہے نہ اس میں پھول کھلتے ہیں
مگر اس سرزمین سے آسماں بھی جھک کے ملتے ہیں

❁ اللہ کے پاک حبیب ﷺ نے جب اس کی (یعنی اللہ کی) رضامندی کے لیے پاک گھر (یعنی کعبۃ اللہ) سے جدائی اختیار کی تو حق جل شانہ کی طرف سے یہ انعام ملا، آپ نے فرمایا: مابین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ "جو جگہ میرے

گھر یعنی میری قبر اور میرے منبر کے درمیان ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے"۔

اسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیزؒ (خلیفہٗ راشد) امر خلافت کی اہم دینی ضرورت کی وجہ سے مدینہ منورہ سے تشریف لے جانے لگے تو اس منظر کو حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے:

انه لما خراج من المدينة التفت اليها فبكىٰ ثم قال يا مزاحم
-مو لاه-اخشى ان نكون ممن نفت المدينة ؟

"یعنی جب مدینہ سے نکلنے لگے تو اپنے غلام مزاحم سے مخاطب ہو کر اور مدینہ منورہ کی طرف روتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کیا ہم ان لوگوں میں تو نہیں جن کو مدینہ نکال دیتا ہے"۔

فصل سوم

حرمین شریفین کے زائرین کی فضیلت

حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا میں سے ہر ایک کی نرالی شانہ ہے اور ہر ایک کی حاضری کے جداگانہ احکامات ومقتضیات ہیں۔حق جل شانہ کے ساتھ جیسے انسان کا تعلق بندگی واطاعت کا ہے ویسے ہی عشق ومحبت کا ہے،اور حج اس تعلق کا مظہر ہے۔ اس میں آدمی کامل محبت وعشق،سراسیمگی،پراگندگی اور بندگی کا دیوانہ وار مظاہرہ کرتا ہے کہ کسی طرح میرا خالق،مالک،مولیٰ تعالیٰ مجھ سے راضی ہوجائے۔جہاں تک مدینہ منورہ کی حالت ہے تو اس کی شان کچھ اور ہے۔اللہ پاک نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو حکم دیا (لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی)[1] اس لیے وہاں زائر کی حالت مختلف ہے۔الغرض دونوں حالتیں اپنے اپنے مقام کے لحاظ سے کمال ہیں۔

عظمت والے بڑے گھر مکہ مکرمہ

اور محبت والے پیارے گھر مدینہ منورہ کے زائر

(یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے)

۱

زائر کا لباس: مردے کے کفن کی طرح بے سلی دو سفید چادریں جو بعد میں جتنی میلی ہوجائیں اتنی ہی زائر کی شان بڑھاتی ہیں (بشرطیکہ ناپاک نہ ہوجائیں)۔

---

1 نہ بلند کرو اپنی آوازوں کو نبی کریم ﷺ کی آواز سے۔

لنگ کے زیر و لنگ کے بالا   نہ غم دزد و نہ غم کالا
ہم نے تو اپنا آپ گریبان کیا ہے چاک   اس کو سیا سیا نہ سیا پھر کسی کو کیا

محبت والے پیارے گھر کے زائر کا لباس: غسل کے بعد بہترین لباس جو میسر ہو پہنتا ہے، خوشبو لگاتا ہے، سر پر ٹوپی بلکہ عمامہ خوشبوناک پہنتا ہے جیسے کہ عیدوں کو کیا جاتا ہے۔ (مگر تواضع کے ساتھ)

۲

زائر کی حالت: چلانا، چیخنا، رونا، کبھی دوڑنا، کبھی اکڑ کر چلنا، مارے مارے پھرنا، اس میں مال خرچ کرنا، کبھی پتھر مارنے، کبھی قربان ہونا، خون بہانا، گھر کے چکر لگانے، اس سے لپٹنا چومنا، دیدار بازی کرنا، بغیر پیاس کے خوب پیٹ بھر بھر کر پانی پینا اور برتن میں بچے ہوئے کو اپنے سر اور کپڑے پر ڈال لینا اور ڈبے بھر بھر کر اپنے وطن ساتھ لے جانا

اب تو اتنی پئیں گے کہ مرجائیں گے
اور جو بچ جائے گی ساتھ لے جائیں گے

یہ سب حالت جو مناسک حج کہلاتی ہے، دو منظروں کا نمونہ ہے، ایک موت اور موت کے بعد کے حالات اور دوسرا عشق کا

ہے ریت عاشقوں کی تن من نثار کرنا
رونا ستم اٹھانا دل سے نیاز کرنا

دوسرے لفظوں میں اس حالت کو صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کی اصطلاح میں چشتیت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

زار کی حالت: بالکل خاموشی، سکوت، نظریں نیچی یعنی نظر بر قدم ہوش در دم، خلوت

در انجمن، آواز پست، لیکن آنسوؤں پر پابندی نہیں ؎

بے زبانی ترجمان شوق بے حد ہو تو ہو
ورنہ پیش یار کام آتی ہیں تقریریں کہیں
گرا کر چار آنسو حالِ دل سب کہدیا ان سے
دیا مجھ کو زباں کا کام چشم خوں فشاں تو نے

(بندہ نے اپنے مرشد پاک کو ایک ہی دفعہ مواجہہ شریف پر حاضر ہوتے دیکھا تو یہی حالت دیکھی)[1]

اہم مشغلہ درود وسلام اور اتباع سنت کا بہت زیادہ اہتمام، یہی یہاں کی ایسی سوغات ہے کہ اس سے آدمی اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے، جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: ان كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ...... ان سب کو دوسرے لفظوں میں نقشبندیت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

۳

❁ **زائر کی فضیلت:** حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے: ''کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے حج کرے اس طرح کہ اس حج میں نہ رفث ہو نہ فسق (یعنی حکم عدولی) ہو، وہ حج سے ایسا واپس ہوتا ہے جیسا کہ اس دن تھا جس دن ماں کے پیٹ سے نکلا (یعنی معصوم بچے کی طرح ہوجاتا ہے، سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں)۔

اور دوسری حدیث پاک میں ہے کہ نیکی والے حج (حج مبرور) کا بدلہ جنت کے سوا کچھ ہے ہی نہیں۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ افضل ترین عمل نیکی والا حج یا نیکی والا عمرہ ہے۔

فائدہ: لیکن یہ ضروری ہے کہ حج وعمرہ کے جتنے فضائل ہیں اس میں مبرور کی شرط ہے۔

---

[1] حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ مہاجر مدنی چشتیہ اور نقشبندیت کے جامع تھے اسی طرح ہمارے اکثر دیگر اکابرین میں بھی جامعیت تھی۔

اسلیے حج کے شرائط و آداب کا ملحوظ رکھنا اور گناہوں سے پرہیز ضروری ہے لیکن اسکے باوجود اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کا امیدوار بھی رہنا چاہیئے کہ حضور ﷺ کی دعا ہے: "یا اللہ! تیری مغفرت میرے گناہوں سے بہت زیادہ وسیع ہے اور تیری رحمت میرے اعمالِ حسنہ سے زیادہ امید کے قابل ہے"۔

زائر کی فضیلت: زیارت کا شوق ایمان اور محبت کا تقاضا ہے کہ فخر موجودات سرور کائنات ﷺ کی زیارت بالا جماع اعظم قربات اور افضل طاعات سے ہے، اور ترقی درجات کے لیے سب وسائل سے بڑا وسیلہ ہے، بعض علماء نے اہل وسعت کے لیے قریب واجب کے لکھا ہے۔ (معلم الحجاج)

خود آقائے نامدار ﷺ نے حد درجہ زیارت کی ترغیب دی ہے۔ اس لیے الامام المحدث القسطلانی ؒ فرماتے ہیں (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) جان لے ان کی (یعنی حضور ﷺ کی) قبر شریف کی زیارت کرنا قرب خداوندی حاصل کرنے کے لیے بہترین ذریعہ ہے اور طاعات میں عمدہ طاعت ہے، اور بلند درجے حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، اور جو اس بارے میں اس کے علاوہ کوئی اعتقاد رکھے تو وہ اسلام کی حدود سے خارج ہو جائے گا، اور اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اکابر علماء کی مخالفت کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ولو انهم اذظلموا انفسهم جآء وک فَاسْتَغْفَرُوا الله واستغفرَ لهُم الرسُول لَوَجَدُوا اللّٰه تَوَّابًا رَّحِيما** "اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو ارشاد فرما رہے ہیں کہ اگر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضری دیں اور اللہ سے معافی مانگیں اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لیے استغفار کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا اور ان پر رحم فرمائے گا"۔

اور حاضری کی یہ فضیلت جیسے دنیاوی زندگی کی حیات میں حاصل ہوئی تھی وہ اب بھی روضۂ اقدس پر حاضری سے حاصل ہوگی، کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں، (**الانبیاء احیاء فی قبورهم** ...... الحدیث) زائر اپنے لیے استغفار کی

درخواست کرے، اور احادیث سے ثابت ہے کہ صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے کے لیے حضور اقدس ﷺ خود ہی دعاء و استغفار فرماتے ہیں۔

فضائل حج کی اکثر کتب میں فضائل زیارت کی بہت سی حدیثیں ہیں۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی کتاب زبدۃ المناسک میں ہے کہ حدیث میں ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے: ''جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے واسطے میری شفاعت واجب ہوگی۔''
(زبدہ)

اور فرمایا کہ اگر کوئی میرے انتقال کے بعد میری قبر کی زیارت کرے تو ایسا ہے جیسے میری حیات میں زیارت کی۔ (زبدہ)

اور علماء نے زیارت کے بہت سے آداب بھی تحریر فرمائے ہیں، ان سب کی تفصیل حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی کتاب ''فضائل حج'' میں دیکھیں، یہاں اختصار کے پیش نظر درج نہیں کرتے، کیونکہ اس تحریر کے اصل مخاطب حرمین شریفین کے مستقل مقیمین ہیں، جن کے بارے میں آگے مضمون آرہا ہے اس کے ضمن میں بھی کچھ فضائل آجائیں گے، اور ان حضرات کو تو مشہور فضائل خوب معلوم ہی ہوتے ہیں، یہاں ان کو صرف مختصر طور پر جتلانا ہی مقصود ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی محبت وعظمت وہ چیز ہے جس کے بغیر ایمان ہی درست نہیں ہوتا۔ لہٰذا کون مسلمان ایسا ہوگا جو بغیر کسی مجبوری کے اس سعادت کبریٰ کو حاصل کرنے کے لیے بیتاب نہ ہو۔

روضۂ اقدس کی زیارت کے علاوہ زائر کو مسجد نبوی میں نمازیں نصیب ہوتی ہیں، جس میں ہر نماز کا ثواب ایک ہزار نماز کے ثواب کے برابر تو متفق ہے اور بعض روایات میں پچاس ہزار بھی آیا ہے، اور اگر صرف آٹھ روز وہاں نمازیں پڑھ لے تو اس کو نفاق سے اور جہنم سے براءت کا پروانہ مل جانے کی روایت بھی ہے۔

وہاں ریاض الجنة بھی ہے، وہاں ہی روضۂ اقدس ہے، جہاں وہ مقدس مقام ہے جس کا مفصل ومدلل ذکر گذشتہ فصل دوم میں گذر چکا ہے، اس کے قریب چند گز کے فاصلے پر بیٹھنا ہوتا ہے، گویا وہاں اللہ تعالیٰ کے حبیب سید الانبیاء ﷺ کی زیارت اور قریب بیٹھنا نصیب ہوتا ہے، وہاں درود وسلام عرض کرنے والے کا سلام براہِ راست خود حضورِ اقدس ﷺ کا بنفس نفیس سننا اور جواب عطا فرمانا، اس کے لیے دعا واستغفار فرمانا، جبکہ دور والوں کے لیے یہ بات بواسطہ فرشتوں کے ہے۔

❁ ❁ ❁

فصل چہارم

حرمین شریفین کے مستقل مقیمین کی فضیلت اوران کا شرف

حرمین شریفین اور زائرین کے جو فضائل گذشتہ صفحات میں گذر چکے وہ سب مقیمین حضرات کو روزانہ اور مفت میں حاصل ہوتے رہتے ہیں۔

۱۔ مثلاً مکہ مکرمہ کے قیام میں روزانہ طواف بلکہ کئی کئی طواف آسانی سے کرنے کا موقع ملتا ہے، یہ ایسی عبادت ہے کہ مکہ مکرمہ کے علاوہ دنیا میں اور کسی جگہ ہو ہی نہیں سکتی، طواف میں ہر ہر قدم پر ایک نیکی ملتی ہے، گناہ معاف ہوتا ہے اور درجہ بلند ہوتا ہے، اوپر سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں جیسا کہ پیچھے گذر چکا، ذکر اور دعائیں کرنے کے لیے خود بخود توجہ ہوتی ہے اور جی چاہتا ہے کیونکہ بیت اللہ شریف کا سامنا رب البیت کو یاد کراتا رہتا ہے۔

۲۔ مکہ مکرمہ میں ہر مالی اور جانی نیکی لاکھ نیکی کے برابر اجر رکھتی ہے، ایک روزہ لاکھ روزوں کے ثواب کے برابر، ایک نماز میں لاکھ نمازوں کا ثواب، ایک روپیہ خرچ کرنے میں لاکھ روپیہ خرچ کرنے کا ثواب، بے شک یہ سب بڑی فضیلتیں ہیں۔

اہل مدینہ منورہ کے شرف میں بھی صرف دو حدیثیں نقل کرتے ہیں

۱۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں مدینہ منورہ کو حرم قرار دیتا ہوں اس لحاظ سے کہ اس کے خاردار درخت کاٹے جائیں یا اس میں شکار کیا جائے، یعنی یہ جگہ محترم ہے۔ البتہ دوسری روایات کی وجہ سے حنفیہ یہ کہتے

ہیں کہ اگر کسی نے ایسا کیا تو بدلہ دینا واجب نہ ہوگا مگر خلاف اولیٰ تو ضرور ہے۔

اور حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ مدینہ مومنین کے قیام کے لیے بہترین جگہ ہے، اگر وہ اس کی خوبیوں کو جانیں تو یہاں قیام نہ چھوڑیں، اور جو شخص یہاں کا قیام بددل ہو کر چھوڑ دے گا اللہ جل شانہ اس کا نعم البدل یہاں بھیج دے گا، اور جو شخص مدینہ طیبہ کے قیام کی مشکلات کو برداشت کر کے یہاں قیام کرے گا میں قیامت کے دن اس کا سفارشی یا گواہ بنوں گا۔

۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اس کی طاقت رکھتا ہو کہ مدینہ میں مرے، چاہیئے یہ کہ وہیں مرے، اس لیے کہ میں اس کا سفارشی ہوں گا۔

اور ایک حدیث کے آخر میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ مجھ کو دنیا بھر میں مدینے سے بڑھ کر کوئی جگہ پسند نہیں ہے جہاں میری قبر ہو، یہ کلمات تین بار فرمائے۔ (مشکوٰۃ شریف)

عارف باللہ شیخ الحدیث مولانا محمد بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرنا تو ہر شخص کو ضرور ہے، اس لیے ہر شخص جس طرح اپنی زندگی میں اپنی رہائش کے لیے بہترین آب و ہوا اور اعلیٰ ترین مکان کا متلاشی رہتا ہے، اسی طرح اس کو مرنے کے لیے بھی ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔

نکلنے نہ دے مجھ کو اب زندگی بھر
کہیں روک لے اے حصارِ مدینہ
بقیع مقدس میں ہو میرا مرقد
رہوں حشر تک ہمکنارِ مدینہ

شرفِ مجاورت

اہل مدینہ کی عظمت و حرمت کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے کہ

بارگاہِ رسالت کے دربان اور مجاور ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنا جوار اور پڑوسی قرار دیا اور امت کو ان کی حفاظت و نگہبانی، عزت افزائی اور قدردانی کا حکم فرمایا۔ (اس کے متعلق سب روایات رسالہ آداب الحرمین میں آ رہی ہیں)۔

فضائل زیارت کی روایات سے ثابت ہے کہ زیارت کرنے والا جنت میں رسول اللہ ﷺ کے پڑوس میں ہوگا۔ جب عام زائرین کو رسول اللہ ﷺ کے پڑوسی ہونے کا شرف حاصل ہے تو جو ہر وقت کے حاضر باش ہیں اور واقعی پڑوسی ہیں ان کے لیے تو اور بھی زیادہ خصوصی قرب و جوار ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

نعمتِ عظمیٰ، سعادتِ کبریٰ یعنی مدینہ منورہ کی موت

اس سعادت کے متعلق اوپر حدیث نمبر ۲ گذر چکی ہے، اس میں شفاعت کا جو ذکر ہے یہاں اس کے متعلق عرض کرتا ہے۔

شفاعتِ کبریٰ

اللہ جل شانہ کے حبیب شافعِ محشر ﷺ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے شفاعت فرمائیں گے جو کہ کئی دفعہ اور کئی قسم کی ہوگی، جن میں اول بڑی شفاعت ہے۔ جو تمام بنی آدم کے لیے ہوگی۔ حضور اقدس ﷺ سے اللہ کریم کا ارشاد ہے: عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا "قریب ہے کہ کھڑا کردے تجھ کو تیرا رب مقامِ محمود میں"......اس میں مقام محمود کا وعدہ فرمایا گیا ہے، اور یہ مقام تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں سے آنحضرت ﷺ کے لیے مخصوص ہے، یہ مقام شفاعت کبریٰ کا ہے کہ میدان حشر میں جس وقت تمام بنی آدم جمع ہوں گے اور ہر نبی و پیغمبر سے شفاعت کی درخواست کریں گے تو تمام انبیاء علیہم السلام عذر کردیں گے، صرف رسول اللہ ﷺ کو یہ شرف عطاء ہوگا کہ تمام بنی آدم کی شفاعت فرمائیں گے اور اس شفاعت کبریٰ سے دیگر تمام انبیاء اور رسل علیہم السلام بھی فائدہ اٹھائیں

گے، اس کی تفصیل روایاتِ حدیث میں طویل ہے۔ (ماخوذ از معارف القرآن)

اس وقت حضرت سید الکونین ﷺ کو جنت کا سبز جوڑا پہنایا جائے گا اور آپ ﷺ عرش کے دائیں جانب ہوں گے، جس پر اولین و آخرین سب کو رشک ہوگا، اور اللہ تعالیٰ آپ کو حمد کا جھنڈا عطا فرمائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: پھر میں وہ کہوں گا جو اللہ چاہیں گے۔ حضور ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب کہ: ''میں وہ کہوں گا جو اللہ چاہیں گے''۔ حدیث کی کتب بخاری و مسلم شریف وغیرہ میں شفاعت کی طویل حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ: ''جب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کروں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا اللہ تعالیٰ مجھے سجدہ میں جب تک چاہیں گے پڑا رہنے دیں گے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا: ''محمد! سر اٹھاؤ اور کہو تمہاری بات سنی جائے گی، سفارش کرو قبول کی جائے گی، مانگو تمہارا سوال پورا کیا جائے گا''۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس پر میں سجدہ سے سر اٹھاؤں گا پھر اپنے رب کی وہ حمد و ثناء کروں گا جو اس وقت میرا رب مجھے الہام کرے گا[1] پھر میں امت کے لیے سفارش کروں گا ۔

ہاں ہاں اجازت ہے تجھے آج عزت ہے تجھے
زیبا شفاعت ہے تجھے بیشک یہ ہے حصہ ترا

اس شفاعت کبریٰ کے علاوہ دوسری شفاعت کفار کے حق میں تخفیفِ عذاب کی ہوگی، تیسری شفاعت بعض ان مومنوں کو جہنم سے نکالنے کے بارے میں ہوگی، جو اس میں داخل ہو چکے ہیں۔ چوتھی شفاعت ان مومنین کے لیے ہوگی جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہونے کے مستحق ہو چکے ہوں گے ان کی جہنم سے معافی اور جہنم میں نہ داخل ہونے کے بارے میں ہوگی، پانچویں شفاعت بعض مومنین کے لیے بغیر

---

[1] بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ اس سارے منظر میں سب سے بڑی فضیلت اور انعام و اعزاز وہ خصوصی حمد و ثنا کرنا ہے۔

حساب کتاب جنت میں داخل ہونے کے لیے ہوگی، اور چھٹی شفاعت مومنین کے درجات بلند ہونے کے لیے ہوگی۔ اس کے علاوہ دیگر انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو شفاعت کی اجازت ملے گی، قرآن پاک بھی شفیع اور مشفع ہے، اسی طرح شہداء اور نابالغی میں وفات پانے والے بچے ماں باپ کے لیے اور حفاظ قرآن بھی بہت سے لوگوں کے لیے شفاعت کریں گے۔

لیکن شفاعت کا سب سے زیادہ فائدہ اٹھانے والا شخص

جس کے بارے میں حدیث پاک میں ارشاد ہے: اسعد الناس بشفاعتی یوم القیامة من قال لا الٰه الا اللّٰه خالصا من قلبه اونفسه یعنی میری شفاعت کے ساتھ سب سے زیادہ سعادتمند اور نفع اٹھانے والا وہ شخص ہوگا جو دل کے خلوص کے ساتھ لا اله الا الله کہے۔

ف: سعادت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو خیر کی طرف پہنچانے کے لیے توفیق الٰہی شامل حال ہوجائے۔ (لہٰذا اس آدمی کی علامت یہ ہوگی کہ نیک اعمال کی طرف رغبت کرتا ہو اور گناہوں سے بچتا ہو، اور ایک حدیث میں کلمہ کا اخلاص یہی فرمایا گیا کہ پڑھنے والے کو حرام کاموں سے روک دے)۔

اسی طرح بہت سے اعمال پر بھی حضور ﷺ کی امت کے لیے شفاعت کی بشارت اور وعدہ ہے۔ مثلاً اذان کے بعد ماثورہ دعا پڑھنے والے کے لیے، صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے کے لیے، مدینہ منورہ کے قیام میں مشکلات پر صبر کرنے والوں کے لیے، مدینہ میں مرنے والوں کے لیے، وغیرہ وغیرہ بہت سے امور موجب شفاعت ہیں، اور اہل مدینہ کی حفاظت اور ان کا خیال رکھنے والوں کے لیے بھی شفاعت کا وعدہ ہے۔

لیکن مدینہ منورہ میں قیام کرنے والوں اور وہاں مرنے والوں کے لیے جو سفارش اور شہادت ہوگی اس کے متعلق محدث جلیل علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سفارش اور شہادت جو ان حضرات کے لیے ہوگی وہ عام مومنین کی سفارش اور شہادت کے علاوہ خصوصی ہوگی جو اہل مدینہ کے اعزاز واکرام پر دلالت کرتی ہے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ سفارش ہی خاص قسم کی ہوگی، مثلاً تخفیف حساب کی سفارش ہو یا کسی خاص نوع کے اکرام کی سفارش ہو، مثلاً عرش کے سایہ تلے ہونے کی یا جنت میں جلدی داخلہ کی یا خصوصی منبروں کی جیسا کہ بعض احادیث میں بعض لوگوں کے متعلق آتا ہے کہ وہ نور کے منبروں پر ہوں گے، یا اور کوئی اسی قسم کے اعزاز کی ہو۔

زیارت کرنے والے کے لیے علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ اس کے لیے خصوصی شفاعت مراد ہے، رفع درجات کی ہو یا اس ہولناک دن میں امن کی ہو یا جنت میں بغیر حساب کتاب داخلہ کی ہو، یا عمومی شفاعت کے علاوہ اس کے لیے خصوصیت سے شفاعت ہو۔

جبکہ یہ خصوصیات زائر کے بارے میں ہیں تو مستقل مقیم اور بار بار زیارت کرنے والا بدرجہ اولیٰ اس میں داخل ہے۔

بلاحساب کتاب جنت میں داخلہ کی امید

مدینہ منورہ کے قیام اور یہاں کی موت کے علاوہ خصوصی شفاعت کے جتنے موجبات ہیں وہ بھی اکثر مقیمین مدینہ منورہ علی منورھا الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوتے رہتے ہیں اور خصوصیت میں بلاحساب کتاب جنت کا داخلہ بھی ہے تو اللہ کریم سے اس کی امید کیوں نہ کی جائے کہ اس کے اذن سے اس کے حبیب کریم ﷺ ہمارے لیے بلاحساب و کتاب جنت میں داخلہ کی سفارش فرمادیں گے۔

اللہ کریم جو عزیز و قدیر ہے اس کا ارشاد ہے: ورحمتی وسعت کل شیٔ نیز ان ہی کا ارشاد حدیث قدسی میں ہے: انا عند ظن عبدی بی فلیظن بی ماشآء لہٰذا احقر تو اس خستہ و خراب حالت کے ساتھ پورے وثوق سے امید کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ کریم سلامتی ایمان کے ساتھ مدینہ منورہ کی موت نصیب کرے اور اپنے حبیب ﷺ کی خصوصی شفاعت نصیب فرما کر بلا حساب و کتاب جنت میں داخل فرمائے۔ کیونکہ اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے، بہت بڑی تعداد میں اس کے حبیب ﷺ کے امتیوں کا داخلہ اسی شان سے ہوگا، جس کا وعدہ حدیث پاک میں ہے۔

عن ابی امامة قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه و اله وسلم یقول وعدنی ربی ان یدخل الجنة من امتی سبعین الفا لا حساب علیهم ولا عذاب مع کل الف سبعون الفا ثلاث حثیات من حثیاته

حضرۃ ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کو فرماتے سنا کہ میرے رب نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار کو بلا عذاب و حساب جنت میں داخل فرمائیں گے، اس شان سے کہ ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور تین لپ اللہ کے لپوں میں سے بھی داخل ہوں گے۔ جیسا کہ اس کی شان کے موافق ہے۔

اور مسند احمد کی روایت میں ہے:

عن ابی بکر الصدیق ؓ قال، قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه و اله وسلم اعطیت سبعین الفا یدخلون الجنة بغیر حساب وجوههم کالقمر لیلة البدر و قلوبهم علیٰ قلب رجل واحد فاستزدت ربی عزوجل فزادنی مع کل واحد سبعین الفا.

حضرۃ ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا کہ حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف مجھے یہ انعام عطا ہوا، کہ ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل فرمائیں گے جن کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے اور ان کے قلوب ایک سے ہوں گے، میں نے اپنے رب سے مزید کی درخواست کی تو ہر ایک کے ساتھ مزید ستر ہزار کو منظور فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُکَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ خَیْرَ عُمْرِیْ اٰخِرَہٗ وَخَیْرَ عَمَلِیْ خَوَاتِمَہٗ وَخَیْرَ اَیَّامِیْ یَوْمَ اَلْقَاکَ فِیْہِ یَا وَلِیَّ الْاِسْلَامِ وَاَھْلِہٖ ثَبِّتْنِیْ بِہٖ حَتّٰی اَلْقَاکَ۔ اَللّٰھُمَّ حَبِّبِ الْمَوْتَ اِلَیْنَا وَاِلٰی مَنْ یَّعْلَمُ اَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رَسُوْلُکَ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ نَبِیَّنَا لَنَا فَرَطًا وَّحَوْضَہٗ لَنَا مَوْرِدًا اَللّٰھُمَّ احْشُرْنَا فِیْ زُمْرَتِہٖ وَاسْتَعْمِلْنَا بِسُنَّتِہٖ وَتَوَفَّنَا عَلٰی مِلَّتِہٖ وَاجْعَلْنَا مِنْ حِزْبِہٖ۔

رجاء، حسن ظن اور آداب کے بارے میں ایک اہم تنبیہ

حرمین شریفین یا مدینہ منورہ کے قیام میں جو مادی و دنیاوی فائدہ ہو یا دل میں عظمت والے مقام میں قیام کی خوشی ہو تو اس کو مشاہدہ کی وجہ سے مانا جاسکتا ہے، اس کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں لیکن دینی لحاظ سے نفع، ضرر، ثواب، عذاب، قرب و بعد اور اللہ پاک کی رضا اور عدم رضا معلوم کرنے میں محض عقل یا اپنی خوش فہمی یا شاعری کام نہیں دے سکتی، اس کے لیے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات کی طرف رجوع کرنا پڑے گا ورنہ انسان غلطی اور دھوکے میں پڑا رہے گا اور حقیقت ظاہر ہونے کے دن افسوس ظاہر کرنا پڑے گا، اس وقت اس دھوکے کا کوئی تدارک نہ ہو سکے گا۔ اللھم احفظنا منہ

گذشتہ صفحات میں جو فضائل بیان ہوئے وہ سب بھی کتاب وسنت ہی سے لیے گئے، اگرچہ ہر ایماندار کے دل میں یہاں کی محبت اور عظمت طبعی بھی ہوتی ہے، اس کو دلائل کی ضرورت نہیں تھی، اور آخر میں اللہ کریم کی وسعت رحمت پر امید رکھنے کا بیان ہوا جو بیشک حق ہے، مگر یہاں یہ جان لینا ضروری ہے کہ حقیقت اور دھوکہ، سچائی اور جھوٹ ہر معاملہ میں ہوسکتا ہے، حتیٰ کہ کلمہ پڑھنے سے کوئی تو مسلمان ہوجاتا ہے کوئی

منافق ہوتا ہے اور کوئی وہی کلمہ پڑھتے ہوئے ضروریاتِ دین کی کسی بات سے انکار کی بناء پر کافر ہو جاتا ہے، جیسے قادیانی وغیرہ۔

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے خطبہ پڑھا جس میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا اله الا الله کو اس طرح کہے کہ خلط ملط نہ ہو تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور! اس کو واضح فرما دیں کہ خلط ملط کا کیا مطلب ہے، ارشاد فرمایا کہ ''دنیا کی محبت اور اس کی طلب میں لگ جانا، بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انبیاء کی سی باتیں کرتے ہیں اور متکبر اور جابر لوگوں کے سے عمل کرتے ہیں، اگر کوئی اسی کلمہ کو اس طرح کہے کہ یہ کام نہ کرتا ہو تو جنت اس کے لیے واجب ہے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ اور اللہ تعالیٰ سے نیک امید رکھنا، کبھی سچا ہوتا ہے کبھی جھوٹ ہوتا ہے، جس کو محض تمنا کہا جاتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں فرمایا گیا، حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ سمجھدار وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو (اللہ تعالیٰ کی رضا کے کاموں کا) مطیع بنائے اور مرنے کے بعد کام آنے والے کام کرے۔ اور عاجز اور بیوقوف وہ شخص ہے جو نفس کی خواہشوں کا اتباع کرے اور اللہ تعالیٰ سے امیدیں باندھے۔

فائدہ: یعنی حالت تو یہ ہے کہ نفس کی خواہشات کے مقابلہ میں حرام حلال کی بھی پرواہ نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ شانہ سے بڑی بڑی امیدیں لگائے رکھتا ہے کہ وہ رحیم ہے کریم ہے، اور ان امیدوں پر گناہ کی پرواہ نہ کرے۔

حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ طلب کرنا بہشت کا بے عمل کے منجملہ گناہوں کے ایک گناہ ہے، اور امید شفاعت بے سبب اور بے علاقہ، فریب کی ایک قسم ہے، اور امید رکھنا رحمت کا بلا فرمانبرداری کے حمق اور جہالت ہے۔

حق تعالیٰ شانہ نے اپنے سے امیدیں رکھنے کی خود شرح فرما دی، ارشاد ہے: ان الذین امنوا و الذین هاجروا و جاهدوا فی سبیل الله اولئک یرجون رحمة

اللہ ''حقیقت میں جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے اپنا وطن چھوڑا ہے اور جن لوگوں نے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا (جس میں دین کے لیے ہر کوشش داخل ہے) یہی لوگ اللہ تعالیٰ شانہ کی رحمت کے امیدوار ہیں''۔

بہر حال سچی امید اور جھوٹی تمنا کی تعریف، اس کی علامات اور نتائج میں بڑا فرق ہے، یہاں مختصر اشارہ کر دیا ہے، جس کو اپنی جان کی خاطر تفصیل سے سمجھنا ہو وہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی فضائل صدقات حصہ دوم کا مطالعہ کرے۔ یا اللہ ہمیں اپنی رحمت پر سچائی والی امید عطا فرما اور ہماری زندگی میں اس کی علامات یعنی امر و نہی پر عمل کا اہتمام دے، اور اس میں ہم کمزوروں سے قصور اور گناہ تو ہوتے ہی ہیں، ان پر توبہ و استغفار بھی نصیب فرما...... یہ بات ذکر اللہ کی کثرت پر عطاء ہوتی ہے جس سے حقیقی ایمان، حقیقی ہجرت اور اللہ کے راستہ میں مقبول جہاد کرنا نصیب ہوتا ہے، جس کا آیت مذکورہ بالا میں بیان ہوا۔

دوسری ضروری بات

یہ ہے کہ یہاں کے فضائل حاصل ہونے میں آداب کی اس قدر ضرورت ہے کہ مکہ مکرمہ میں تو محض گناہ کا ارادہ کرنے پر بھی مواخذہ ہوتا ہے جبکہ دوسری جگہ بغیر عمل کیے نہیں ہوتا، اور مدینہ منورہ میں حضور اقدس ﷺ کے سامنے جائز بات کو محض اونچی آواز سے کہنے پر پہلے سارے کیے ہوئے اعمال برباد ہو جانے کی شدید وعید قرآن پاک میں آئی ہے، ارشاد ہے: یا یھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم ...... الآیۃ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ حضرات شیخین حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان کسی مشورہ کی گفتگو میں جو حضور ﷺ کی مجلس میں تھی اختلاف رائے کی وجہ سے تیز گفتگو ہو گئی، جس پر یہ آیت نازل ہوئی ......۔ جب حضرات شیخین پر یہ عتاب ہوا تو ہم تم کس شمار میں ہیں۔ احادیث میں آیا ہے کہ اس آیت شریفہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کی آواز ایسی پست ہوتی تھی کہ بعض اوقات مکرر(دوبارہ) پوچھنا پڑتا کہ کیا کہا۔
(فضائل حج)

غور فرمائیں کہ جب یہاں اتنی سی بات پر ایسی وعید ہے جو کہ دوسری جگہ کسی کبیرہ گناہ پر بھی نہیں تو یہاں کے کبیرہ گناہوں کا کیا درجہ ہوگا، اور اللہ کے حبیب ﷺ کے سامنے ان کے ناپسندیدہ کام کر کے ان کو تکلیف پہنچانے کا کیا حال ہوگا؟

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم جیسے روسیاہ اور سیہ کاروں کا یہاں قیام تو کیا عارضی حاضری بھی خطرناک ہے لیکن شریعت میں اس مشکل کا حل بھی بہت آسان ہے کہ ہر کوئی کر سکتا ہے، اس کے لیے احقر کا ایک مختصر سارسالہ **بیان العمدہ شرح الزبدة** میں ہم جیسے گنہگاروں کے لیے اس مشکل کا آسان حل اس تفصیل سے لکھا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ یہاں کے قیام کی سب سے زیادہ ضرورت تو ہم ہی کو ہے، اور گویا حرمین شریفین ہم سیہ کاروں کے لیے بڑی نعمت ہے، بہت آسان، معمولی طریقہ اختیار کرنے کو لکھا ہے جو زہر قاتل کا بہت سستا تریاق ہے۔ اس کے استعمال سے خطرہ اور بُعد کی بجائے آدمی عنایات خاصہ اور قرب کا لطف اٹھا سکتا ہے۔

لہٰذا جو حضرات آنے کا ارادہ رکھتے ہوں یا آ چکے ہوں وہ ہجرت کرنے میں بہت سی مالی جانی قربانی کر چکے ہوں گے یا کریں گے وہ اپنی کامیابی کے لیے، اپنے فائدہ کے لیے، اپنے کو نقصان سے بچانے کے لیے...... تھوڑا سا وقت نکال کر ایک تو احقر کا رسالہ **بیان العمدہ** پڑھ لیں، دوسرا احقر نے **آداب الحرمین** میں دس برس پہلے ایک کتابچہ لکھا تھا جواب اسی تحریر کے ساتھ ملحق ہے اس کو عمل کی نیت سے بغور پڑھیں، اس کو حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے سن کر اپنے خرچ سے چھپوایا تھا، اس لیے اس پر تو احقر کو اطمینان ہے، اب کچھ مزید لکھنے کی نہ ہمت ہے نہ جرأت ہے۔ اسی رسالہ میں تفصیلی آداب اور اپنی اصلاح کے بارے میں لکھا ہے کہ فضائل حج، فضائل صدقات،

موت کی یاد وغیرہ کتب پڑھی جائیں،اس کے علاوہ اس موضوع پر حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی دامت برکاتہم کی ایک اہم تقریر حرمین شریفین اور جزیرۃ العرب کے بیرونی مقیمین کی ذمہ داریاں طبع ہو چکی ہے اس کو حاصل کر کے بھی ضرور پڑھیں کہ بہت بصیرت افروز ہے اور کتاب کی خوبی مصنف کے نام نامی ہی سے ظاہر ہے۔

نیز عارف باللہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد بدر عالم مہاجر مدنی قدس سرہٗ کا ایک مکتوب گرامی جس کا نام ہے۔ "عزیزوں کے نام ایک درد مندانہ مکتوب" کو مطالعہ میں رکھنا چاہیئے۔

بندہ نے اس تحریر کی تمہید میں اسی مکتوب گرامی کے شروع کا ایک شعر نقل کیا ہے اسی سے اندازہ کرلیں کہ کتنی اہم باتیں ہوں گی، وہ یہ ہے ؎

سکھایا تھا جو مجھے دین حق ایک شیخ کامل نے
مجھے لازم تھا اس سب کی تمہیں بھی اب خبر کرنا

اب دس برس پیشتر کا مطبوعہ رسالہ آداب الحرمین نقل کیا جاتا ہے،اس کا پہلا ایڈیشن ختم ہو جانے پر دوبارہ طبع کرانے کی ضرورت تھی،اب یہ اوراق "میانِ دوکریم" میں بطور ضمیمہ کے شامل کر دیئے ہیں۔

سبحان ربک ربِّ العزۃِ عَمَّا یَصِفُوْن O وَسلامٌ علی المرسلین O و الحمدللّٰہ رب العالمین O

۱۲ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ

تمہید

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

الحمدللہ یہ ناچیز حرمین شریفین میں پندرہ سال سے مقیم ہے،[1] جس کی وجہ سے پاک وہند کے جن دوستوں کا یہاں قیام کرنے کا شوق ہوتا ہے وہ یہاں کے قیام کے متعلق اپنے لیے مشورہ کرتے رہتے ہیں اور بندہ کے ذاتی اور یہاں کے عام حالات دریافت کیا کرتے ہیں، ان حضرات کے لیے بندہ نے پانچ برس پہلے اپنے دس سالہ قیام کے ذاتی مشاہدات وتجربات کو یکجا تحریر کردیا، ساتھ ہی قیام کے بارے میں بزرگوں کے اقوال بھی جمع کردیئے۔

یہ مختصر مضمون کاپی پر نوٹ کررکھا تھا اور اب تک یہ معمول تھا کہ ضرورتمند کو کاپی دکھا کرواپس لے لیا کرتا تھا۔ بعض دوستوں نے اسے مفید عام سمجھتے ہوئے اس کی طباعت کا مشورہ دیا مگر ایک بزرگ نے دیکھ کر فرمایا کہ اس میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ سب واقعات وتجربات پر مبنی ہیں ان سے انکار یا اختلاف کی گنجائش نہیں اور جو اقوال درج کیے ہیں وہ بھی اپنی جگہ سب حق ہیں لیکن اس ساری تحریر کا مجموعی طور پر جو اثر ہوتا ہے وہ یہاں کے قیام کرنے سے روکنا اور منع کرنا ہوتا ہے۔ حالانکہ حدیث پاک میں قیام کرنے کی ترغیب آئی ہے چنانچہ اس بناء پر بندہ نے اس کو طبع کرانے کا ارادہ نہیں کیا تھا لیکن گذشتہ سال جب حضرت اقدس شیخ الحدیث دام مجدہم نے اس کو سنا تو طبع کرانے کے بارے میں اس اشکال کو اہمیت نہیں دی اور فرمایا کہ قیام کی ترغیبات کے ساتھ آداب وشرائط بھی تو ضروری ہیں۔ بغیر آداب کے تو قیام کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ مضر ہے۔

[1] اس وقت قیام کو پندرہ سال ہوچکے تھے۔

اب گذشتہ سال سے پاک وہند کے لوگ کثرت سے آنا شروع ہو گئے ہیں اور بعض جگہوں کے معاشی حالات خراب ہو جانے اور یہاں پر دنیاوی کشش کے اسباب پیدا ہو جانے کی وجہ سے اس طرف رجوع عام ہو رہا ہے اس لیے حالات کا تقاضا ہوا کہ اس تحریر کو طبع کروالیا جائے اور مقصد تحریر کی وضاحت پہلے کردی جائے کہ مقصد یہاں کے قیام سے منع کرنا نہیں ہے بلکہ آداب وشرائط کی رعایت کرنے کی طرف متوجہ کرنا اور خوش فہمیوں سے نکالنا اور غلط فہمیوں کو دور کرنا ہے۔ یہ اس طرح ہے جیسے نماز کو بری طرح پڑھنے کی وعید سنائی جائے کہ ایسی نماز، پڑھنے والے کی بربادی کے لیے بددعا کرتی ہے اور پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر منہ پر ماردی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان وعیدوں کا مطلب یہی ہے کہ نماز اچھی طرح شرائط وآداب کے ساتھ پڑھنا چاہیئے اور پھر اس کا حق ادا نہ ہوسکنے کی وجہ سے استغفار کرنا چاہیئے اور اپنے نمازی ہونے پر عجب نہیں کرنا چاہیئے نہ یہ کہ نماز ہی پڑھنا چھوڑ دے۔

اسی طرح قرآن پاک پڑھنے کے جہاں فضائل ہیں وہاں یہ بھی ہے کہ بعضے قرآن پڑھنے والے ایسے بھی ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ قرآن پڑھنا چھوڑ دیا جائے بلکہ مقصد یہ ہے کہ جھوٹ بولنا، ظلم کرنا وغیرہ، جن باتوں پر قرآن میں لعنت آئی ہے ان کو چھوڑ دینا چاہیئے، اس طرح یہاں کے قیام میں جن باتوں سے نیکی برباد گناہ لازم آتا ہے ان کو چھوڑ دینا چاہیئے۔

یہاں رہنے کے آداب تو کتابوں میں کثرت سے لکھے ہوئے ہیں۔ لیکن آداب کا درجہ واجبات کے بعد ہے، اس تحریر میں ہماری واجبات میں سستی اور شرعی اوامر و نواہی میں کوتاہی کو بیان کرنا ہے جو اس مقام کی عظمتِ شان کی وجہ سے مضاعف ہو کر وبال بنتی ہے اور دوسرے یہاں کی شایانِ شان طرز زندگی کو اور اس کے مقابلے میں اپنے حال کو بیان کرنا ہے۔

اپنے آقا و مرشد پاک دام مجدہم سے قیام کی اجازت اور اکابر کا مشورہ

بندہ پاکستان میں محکمہ ٹیلیفون میں ملازم تھا، ماہ مبارک ۱۳۸۳ھ میں جبکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پندرہ روز کے لیے رائے پور تشریف لے گئے تھے تو بندہ نے ان سے اپنے سعودی عرب میں قیام کے متعلق اجازت طلب کی۔ اس وقت حضرت کے پیش نظر یہ بھی تھا کہ بندہ چونکہ جناب ارشد صاحب مرحوم سابق چیف انجینئر فون جدہ کے ساتھ تین سال کے لیے جا رہا ہے وہاں اسی محکمہ میں ملازمت کی صورت بھی ہو جائے گی۔

حضرتؒ نے فرمایا ضرور چلے جاؤ، حج و زیارت بھی ہو جائے گی اور فی الحال وہاں کچھ قیام بھی ہو جائے گا، بہت مبارک ہے، اجازت ہے، تمہاری اہلیہ بھی مجھ سے پوچھ چکی ہے اس کو بھی اجازت دے چکا ہوں، لیکن دیکھو حضرت رائے پوریؒ سے ضرور ذکر کر دینا۔ چنانچہ بندہ نے دوسرے روز حضرت رائے پوریؒ سے عرض کیا کہ کیا میں سعودی عرب چلا جاؤں؟ حضرتؒ نے ہنس کر فرمایا کہ علی میاں صاحب وہاں کے حالات سے واقف ہیں ذرا ان سے پوچھ لو۔

حضرت مولانا علی میاں صاحب جو بندہ کے مشفق استاذ بھی ہیں وہاں موجود تھے ان سے جب پوچھا تو ان کے جواب سے بندہ حیران رہ گیا۔ فرمایا: ''اگر تم وہاں جا کر اپنے دین کو بچا سکتے ہو تو چلے جاؤ۔''

اس کے بعد مولانا محمود صاحب مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند جو وہاں موجود تھے ان سے ذکر کیا، انہوں نے پوچھا تمہیں پاکستان میں کیا تکلیف ہے اور کیا مجبوری ہے؟ وہاں جانے کی کوئی غرض بھی ہے یا محض شوق ہے؟ وہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں میرے قیام

کرنے سے متفق نہ تھے۔ جب عرض کیا کہ جدہ میں رہنا ہوگا تو فرمایا پھر کچھ حرج نہیں، چلے جاؤ، خیر بندہ نے تو یہ سمجھا کہ حضرت مرشدی نے اجازت فرمادی اور دوسرے حضرات سے تنبیہ بھی کروادی۔ اگر حضرت کی زبان مبارک سے انکار کا اشارہ بھی ہوتا تو بندہ ارادہ ہی نہ کرتا۔ اب بندہ دیگر اکابر کی آراء، فتاویٰ اور اپنا ذاتی حال عرض کرے گا جس سے آپ حضرات کو روکنا مقصود نہیں بلکہ یہاں کی گرم سرد ہوا کا ذکر کرنا ہے تاکہ اس کے لیے تیار ہو کر آئیں اور جو آچکے ہیں وہ ہوشیار ہوجائیں۔

حرمین شریفین میں اکابر کے قیام کرنے کی جرأت نہ کرنے کی وجوہات

یہاں کے فضائل کے پیش نظر کون ہوگا جس کو یہاں کا قیام مرغوب نہ ہو لیکن اس کے باوجود بڑے بڑے اکابر وہاں کے قیام کو پسند نہ فرماتے تھے۔ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ کا قیام صاحبین کے نزدیک مستحب ہے اور اس پر فتویٰ ہے لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وہاں کے قیام کو مکروہ فرماتے تھے اور ایک بڑی جماعت کا محتاط لوگوں میں سے یہ مذہب ہے، مبادا وہاں رہ کر آدمی کو وہاں سے کوئی اور ملال پیدا ہو یا اس کے احترام میں کسی قسم کا گناہ صادر ہوجائے کہ جیسا وہاں نیکیوں کا ثواب کہیں زیادہ ہے ایسے ہی وہاں رہ کر گناہوں کا وبال بھی بہت سخت ہے۔ لیکن اللہ کے وہ مخلص بندے جو گناہوں سے محترز ہوں ان کے لیے افضلیت میں کیا کلام ہے لیکن وہ اتنی قلیل مقدار میں ہیں کہ ان پر حکم لگانا بھی ایسا ہے جیسا عام مخلوق میں بادشاہ، لیکن پارسائی کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کا اعتبار نہیں کہ ویسے تو ہر شخص اپنے کو یہی کہتا ہے کہ میں رہنے کی شرائط پوری کرسکتا ہوں، دعویٰ بہت سہل ہے۔

بہت مشکل ہے بچنا بادہ گلگوں سے خلوت میں
بہت آساں ہے یاروں میں معاذ اللہ کہہ دینا

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظمؒ نے اپنے زمانے کے لوگوں کے حالات کے لحاظ سے کراہت اور ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ اگر وہ ان حالات کو دیکھتے جن کو ہم اپنے زمانہ میں دیکھتے تو وہاں کے قیام کے حرام ہونے کا فتویٰ دیتے۔ یہ ملا علی قاریؒ مشاہیر علماء میں ہیں ۱۰۱۴ھ میں وفات پائی۔ جب یہ اپنے زمانہ کا یہ حال فرمار ہے ہیں تو آج چودھویں صدی کے آخر میں جو حال ہوگا وہ اظہر من الشمس ہے۔ حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جن محتاط علماء نے مکہ مکرمہ کے قیام کو مکروہ فرمایا ہے اس کی تین وجوہات ہیں :

اول یہ کہ ایسا نہ ہو کہ وہاں کے قیام سے وہ شوق و ذوق اور تڑپ و بے قراری جو کعبہ شریف کے ساتھ ہونا چاہیئے وہ کم ہو جائے ، دوسرے یہ کہ اس سے روانگی کے وقت جو فراق کی تڑپ اور دوبارہ لوٹنے کا جذبہ پیدا ہوگا وہ وہاں رہنے میں حاصل نہ ہوگا۔ اس لیے بزرگوں کا ارشاد ہے کہ تو کسی دوسرے شہر میں رہے اور تیرا دل مکہ مکرمہ میں اٹکا رہے، یہ بہتر ہے اس سے کہ تو مکہ میں رہے اور تیرے دل میں کسی دوسری جگہ کا داعیہ پیش آئے۔

اور بعض بزرگوں سے نقل کیا گیا ہے کہ بہت سے لوگ خراساں میں رہنے والے مکہ سے تعلق کے اعتبار سے ان لوگوں سے قریب ہیں جو طواف کر رہے ہوں۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ مبادا وہاں رہ کر کوئی گناہ صادر ہو جائے کہ یہ سخت خطرناک ہے۔ اللہ جل شانہ کے غصہ کا موجب ہے۔

معلم الحجاج میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ کسی شہر میں صرف

ارادہ کرنے پر عمل کرنے سے پہلے مواخذہ نہیں ہوتا لیکن مکہ مکرمہ میں ارادہ پر بھی مواخذہ ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم** "جو شخص اس میں (مکہ میں) کج روی کرنے کا ارادہ کرے شرارت سے تو ہم اس کو دردناک عذاب چکھائیں گے"۔

اس لیے مکہ مکرمہ کا قیام گو برکات و تضاعف حسنات کا سبب ہے لیکن جب ایسے بڑے لوگ اس کے آداب کی رعایت سے گھبراتے تھے تو ہم جیسوں کا کہنا ہی کیا ہے۔ جو شخص وہاں رہ کر پورا احترام کر سکتا ہے اس کے لیے بلانزاع قیام مکہ افضل ہے مگر اس زمانہ میں بہت مشکل ہے۔ اور مدینہ منورہ میں گو تضاعف سیئات کا خوف نہیں لیکن قلت ادب کا خوف ہے (جو نتیجتاً تضاعف سیئات سے بھی بڑھ کر ہے) ایسی صورت میں مدینہ پاک کا قیام مکروہ ہے۔ البتہ ادب و احترام کا خیال رکھتے ہوئے مدینہ منورہ کا قیام اور وہاں مرنا بڑی ہی سعادت اور وسیلہ شفاعت و نجات ہے۔

قیام کرنے والوں کی اقسام

مقیمین میں ایک طبقہ تو ایسا ہے جو محض شوق کی بناء پر یہاں آ کر مقیم ہو گیا ان کے ذہن میں کوئی مقصد اور موضوع نہیں تھا نہ اب کچھ سوچنے کے لیے تیار ہیں، دوسرا طبقہ سرکاری ملازمین، ڈاکٹر انجینئر صاحبان کا ہے جو عارضی طور پر بغرض ملازمت آئے ہوئے ہیں اور یہاں آنے کی کوشش کرنے میں ملازمت کے علاوہ ان کے کچھ دینی جذبات بھی تھے، ان سے اپنے ملکی ہونے کی وجہ سے ہمارے ساتھ خصوصی تعلقات ہیں اور ان کا حق ہے کہ ان کی خدمت میں بھی کچھ مفید باتیں عرض کر دی جائیں، گو تحریر کا اصل مقصد خود اپنا محاسبہ کرنا ہے جو کہ مفصل طور پر آگے بیان ہو گا۔

بندہ کے خیال میں ڈاکٹر انجینئر صاحبان کو یہاں آ کر دینی نفع ہوا ہے، اپنے

ملکوں میں وہ جس ماحول سے عام طور پر تعلق رکھتے ہیں وہ دینداری کا ماحول نہ تھا اس لیے اکثر وہاں نماز کے بھی پابند نہ تھے، یہاں چونکہ نماز روزے کا عمومی ماحول ہے اس لیے وہ نمازی ہو گئے۔ ہر سال حج و زیارات کرنا آسان ہے، اس سے بھی ایک دینی بیداری پیدا ہوتی ہے۔ زنا، شراب، بڑے بڑے گناہ کھلے طور پر یہاں نہیں ہوتے اس لیے ان کے اثرات سے بھی حفاظت ہے عقائد کے لحاظ سے شرک و بدعت سے یہاں عام طور پر نفرت ہے اس طرح ان کے عقائد عبادات میں خاص اصلاح و ترقی ہوئی۔ ان کی معاشرت جس قسم کی اپنے ملکوں میں تھی وہی یہاں بھی ہے اس لیے یہاں کی اونچی معاشرت سے ان کو کوئی جدید نقصان نہیں ہوا۔

البتہ دین کے دوسرے شعبے اخلاق و معاملات میں اس طبقہ کو بہت نقصان ہو رہا ہے جس کے اثرات ایمان تک پہنچتے ہیں۔ عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ الا ماشاء اللہ یہ حضرات اپنے فرائض کی ادائیگی میں خلوص و ہمدردی اور دیانت کا مظاہرہ نہیں کرتے اور مقامی حضرات کی واقعی اور غیر واقعی کمزوریوں کی بناء پر ان سے نفرت و حقارت کے جذبات رکھتے ہیں، ان کی بدگوئی غیبت میں مبتلا ہوتے ہیں، ان کو علوم وفنون میں اپنا محتاج سمجھ کر اپنے کو ان سے بڑھ کر یا کم از کم مساویانہ سلوک کا مستحق سمجھتے ہیں۔ اس سب کی وجہ یہ ہے کہ ملازمین کو جب یہاں کے عوام اور افسران سے معاملات پڑتے ہیں اور مال و جاہ کے بارے میں جذبات کا ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے اور بعض وقت ملکی اور غیر ملکی کے معاملات میں مساوات نہیں ہوتی تو قدرتی طور پر وہی جذبات پیدا ہوتے ہیں جو کہ مندرجہ بالا حالات میں اپنے ملک میں پیدا ہوتے اور ہم ان سے وہی معاملہ کرتے ہیں جو کسی دوسری جگہ کے لوگوں سے کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ان حضرات کو جو اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے وہ احترام و عزت کے قابل ہیں وہ بہت زیادہ لحاظ اور چشم پوشی کے مستحق ہیں کیونکہ وہ ہمارے محسنوں کی اولاد ہیں، ان کے آباؤ اجداد نے بڑی بڑی قربانیاں

دے کر اسلام پھیلایا جس کے نتیجہ میں ہمارے آباؤ اجداد مسلمان ہوئے اور اسباب ظاہرہ کے اعتبار سے ہم کو ان کی وجہ سے دولت اسلام ملی ورنہ ہم بھی کسی مندر میں بت پوج رہے ہوتے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخی ہوتے ۔ آج ان کے حالات خراب ہیں تو ہم نے ان کی اصلاح کے لیے اور اپنے محسنوں کی اولاد کی خدمت کے لیے کب کوئی کوشش کی؟ اب آئے ہیں تو پیسہ کمانے کی خاطر، دوسرے ہم کو اپنی پوزیشن بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم یہاں کی بڑی تنخواہوں کی وجہ سے نوکری اور خدمت کرنے کے لیے آئے ہیں اور یہ لوگ ہمارے عام ڈاکٹر، انجینئر کو جو دیتے ہیں وہ ہمارے ہاں کے وزراء کو بھی نہیں ملتا۔

جہاں تک مساوات کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ ہمارے آنے والوں میں اکثریت نوجوان طبقہ کی ہے۔ انہوں نے اپنے ملکوں میں انگریزی دور حکومت کو نہیں دیکھا یا کم از کم اس دور میں نوکری کرنے کی نوبت نہیں آئی، ورنہ یہاں کے لوگ انکی نسبت فرشتے معلوم ہوتے۔ انگریز نے پہلے چاپلوسی، مکر وفریب سے اور پھر ظلم وتشدد سے ہمارے ملک پر قبضہ کیا، مسلمانوں کی حکومت کو ختم کیا، ملک کو لوٹا، آخر تک دین کو مٹانے کی کوشش کی، وہ ظالم وغاصب تھے، ان کے ساتھ دشمنی ایمان کا تقاضا تھی، ان کی فرمانبرداری نفاق تھی، اس سب کے باوجود ہم ان کی تہہ دل سے عزت کرتے تھے، ان کی زبان، انکے لباس، ان کی معاشرت کی عظمت ابھی تک ہمارے دلوں میں رچی ہوئی ہے۔ بندہ نے اپنے محکمہ ٹیلیفون میں ایک افسر کو دیکھا جو کہ اپنے کمرہ میں بیٹھا ہوا ہوتا، کسی انگریز افسر کا فون آتا تو کرسی سے کھڑے ہو کر بات کرتا۔ ان کی قوم کا معمولی آدمی جتنی تنخواہ لیتا تھا وہ ہندوستانی بڑے افسران کی بھی نہ ہوتی تھی، غرضیکہ بالکل آقا و غلام کا معاملہ تھا۔ اسکے برعکس یہاں کا حکمران طبقہ تو جائز طور پر یہاں کا مالک ہے، ہم لوگ ان کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں اس سب کے باوجود اگر کوئی

بھائی یہاں کی بے انصافی اور ظلم سے بہت ہی تنگ ہو اور اسکو نوکری چھوڑ کر اپنے ملک واپس جانا پڑ جائے تو اس کو بہت ہی تکلیف ہوگی جس کا تجربہ ہو چکا ہے، وہ یہاں رہنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا لیکن اپنا رویہ بدلنے پر تیار نہیں۔[1] ان میں جو حضرات دینی منافع کی وجہ سے یہاں کو چھوڑنا نہیں چاہتے ان کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اپنے کو حق پر سمجھتے ہوئے اپنے جذبات کے خلاف، اپنے ایمان کی خاطر اور حضور ﷺ کی محبت کے تقاضہ کی خاطر حضور ﷺ کے مندرجہ ذیل ارشادات پر بھی غور فرمالیں۔

(ماخوذ از عربی کی فضیلت)

✿ حدیث پاک میں ہے کہ اگر کوئی ترک مخاصمت کرے اور اپنا حق دوسروں پر اللہ کے لیے چھوڑ دے تو حق تعالیٰ قیامت کے دن (اس کے بدلہ میں) جنت میں ایک مکان عطا فرمائیں گے۔

✿ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں ہیں، ان کے خصوصی فضائل بہت کثرت سے روایات میں ہیں، اس کے باوجود مشکوٰۃ شریف میں ایک روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھ سے بغض نہ کر اپنے دین کو کھو بیٹھے گا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ سے کیسے بغض کر سکتا ہوں، آپ سے تو مجھے ہدایت نصیب ہوئی"۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "تو عرب سے بغض کرنے لگے تو یہ مجھ سے بغض ہوگا۔"

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ جب عرب والوں سے عموماً بغض ہوگا تو ان کے ضمن میں مجھ سے بھی بغض ہو جائے گا۔ یا یہ کہ جب جنس عرب سے بغض کرنے لگے تو یہ آخر میں مجھ سے بغض تک بھی پہنچ جائے گا۔ نعوذ باللہ تعالیٰ

---

[1] بندہ نے دنیاوی لحاظ سے بعض معمولی معمولی دوستوں سے سنا کہ "اجی یہاں ہماری کوئی ویلیو نہیں" یعنی کوئی قدر نہیں، حالانکہ اکثر کا قیام حکومت کے قانون کے خلاف ہوتا ہے۔ اقامہ وغیرہ محض ضابطہ کی خانہ پری والا ہوتا ہے۔

حاصل یہ کہ عرب سے بغض رکھنا حضور اکرم ﷺ کے بغض تک منجر ہو سکتا ہے۔

بندہ (حضرت شیخ الحدیث صاحب) کا خیال ہے کہ ممکن ہے حضور اکرم ﷺ تک حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا کوئی فقرہ عرب کے متعلق پہنچا ہو یا یہ کہ وہاں تو سب عرب تھے عجمی صرف حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہی تھے، حضور ﷺ نے تنبیہاً ان کو فرمایا کہ: ملکی اختلافات میں بسا اوقات اپنے ملک کی تعریف ہو جاتی ہے جو دوسرے ملک کی اہانت کا باعث ہوتی ہے، جیسے ہمارے زمانے میں بھی بسا اوقات حجاج کے منہ سے اپنے اپنے ملک کی تعریف میں ایسے فقرے نکل جاتے ہیں کہ جن سے عرب کی توہین نکلتی ہے اس سے بہت زیادہ احتیاط کرنا چاہیے۔

❁ ایک روایت میں ہے کہ جو عرب والوں کو دھوکہ دے وہ میری شفاعت نہیں پا سکے گا اور اس کو میری محبت بھی نہیں پہنچے گی۔

❁ روایت میں ہے کہ عرب سے محبت رکھنا ایمان ہے اور ان کا بغض نفاق ہے۔ دوسری روایت میں عرب سے بغض رکھنا کفر ہے۔ لہٰذا جو عربوں سے محبت رکھے اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جو عرب والوں سے بغض رکھے اس نے گویا مجھ سے بغض رکھا۔[1]

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ممکن ہے کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت اس وجہ سے ہو کہ ان کے فضائل بہت کثرت سے ہیں۔ جب فضائل کثیرہ کے باوجود یہ ارشاد فرمایا گیا ہے تو ان کے علاوہ اور عجمی لوگوں کے لیے تنبیہ ہو جائے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ شیطان اس قسم کی چیزیں پیدا کرے گا۔

❁ حدیث پاک میں ہے کہ جس نے عربوں سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے محبت کی اور جس نے عرب سے بغض کیا اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض کیا۔ اس میں شک نہیں کہ معاملات پڑنے پر ناگوار حالات پیش آتے ہیں،

---

[1] مرقاۃ جلد ۱۱ ص ۲۶۷ بحوالہ عربی کی فضیلت

لیکن جب ایمان ہے تو اس کے لیے اس کے بقدر عشق نبوی ﷺ بھی لازم ہے، جس کا تقاضا ہے کہ ہم مندرجہ بالا ارشادات کی روشنی میں اپنی طبیعت کے خلاف بھی ان حضرات سے محبت واحترام کا معاملہ کریں خصوصاً حرمین شریفین کے رہنے والوں سے خصوصی حسن سلوک واحترام کا برتاؤ ہونا چاہیئے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب ؒ "فضائل حج" میں تحریر فرماتے ہیں کہ علامہ زرقانی ؒ شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ وہاں کے رہنے والوں کا اکرام کرو اگر ان میں سے بعض کے متعلق کوئی ایسی بات کہی گئی ہے یعنی کوئی نامناسب حرکت معلوم بھی ہو تب بھی وہ حضور ﷺ کے پڑوسی ہونے کے شرف سے بہرہ اندوز ہیں ہی اور اس اجل محبوب کے پڑوسی ہونے کا فخر تو ان کو ہے ہی اور اگر ان سے کوئی برائی بھی ہو جائے تب بھی پڑوسی ہونے کا تمغہ تو ان سے سلب نہیں ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد پاک کہ جبریل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے بارے میں بار بار وصیت کرتے رہے، ہر پڑوسی کو شامل ہے اس میں اچھے برے کی تخصیص نہیں، وہ ہر متقی اور غیر متقی کو شامل ہے، اور اگر کوئی شخص ان میں سے کسی کے متعلق حضور ﷺ کا اتباع چھوڑنے کا الزام دے اور یہ بات اس میں ثابت بھی ہو جائے تب بھی پڑوسی ہونے کی وجہ سے جو اکرام اس کا ہے اس میں کمی نہ کی جائے، کہ وہ اس بات کی وجہ سے پڑوسی ہونے کے حق سے محروم نہیں ہو سکتا بلکہ اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ اس کو مرنے سے پہلے پہلے رجوع کی توفیق عطا ہوگی اور انشاءاللہ خاتمہ بالخیر ہوگا۔

فیا ساکنی اکناف طیبة کلکم   الی القلب من اجل الحبیب حبیب

"اے طیبہ کے رہنے والو تم سب کے سب میرے دل کو محبوب کی وجہ سے محبوب ہو"۔

اس کے بعد بہت سے اشعار انہوں نے مدنی حضرات کے بارہ میں لکھے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جب امیر المؤمنین مہدی کے پاس تشریف لے گئے تو

بادشاہ نے درخواست پیش کی کہ مجھے کچھ وصیت فرمادیجئے، حضرت امامؒ نے فرمایا:

''سب سے اول اللہ ﷻ کا خوف اور تقویٰ اختیار کرنا، اسکے بعد اہل مدینہ پر مہربانی، کہ وہ حضور ﷺ کے شہر کے رہنے والے ہیں، حضور ﷺ کے پڑوسی ہیں، حضور ﷺ کا یہ ارشاد پہنچا ہے کہ مدینہ میری ہجرت کی جگہ ہے، اسی میں میری قبر ہوگی، اسی میں سے میں قیامت کے دن اٹھوں گا، اس کے رہنے والے میرے پڑوسی ہیں، میری امت کے ذمہ ضروری ہے کہ ان کی نگہبانی کریں، جو میری وجہ سے ان کی خبر گیری کرے گا میں اس کے لیے قیامت میں شفیع یا گواہ بنوں گا، اور جو میرے پڑوسیوں کے بارے میں میری وصیت کی رعایت نہ کرے حق تعالیٰ اس کو طینۃ الخبال پلائے''۔

دوسری حدیث میں ہے کہ طینۃ الخبال جہنمی لوگوں کا نچوڑ یعنی پسینہ، لہو، پیپ وغیرہ ہے۔

- حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ''جو کوئی بھی مدینہ منورہ کے رہنے والوں کے ساتھ مکر کرے گا وہ ایسا گھل جائے گا جیسا پانی میں نمک گھل جاتا ہے''۔
- حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص مدینہ والوں کو ڈراتا ہے وہ اس چیز کو ڈراتا ہے جو میرے پہلو کے درمیان ہے (یعنی میرے دل کو)۔
- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو مدینہ والوں کو تکلیف دے گا اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام دنیا کے آدمیوں کی لعنت، نہ اس کا فریضہ قبول نہ نفل۔

بندہ کا ایک تجربہ

ہمارے ملک میں عمومی دینداری تو نہیں تھی لیکن اپنے مخصوص حلقہ میں پختہ، معیاری اور مکمل دینداری تھی۔ یہاں آ کر بالعموم سطحی دینداری اور عام آزادی دیکھ کر طبیعت متاثر ہوئی، اس کے ساتھ بعض انتظامی امور میں معاملہ پڑنے پر یہاں والوں سے دل میں کچھ کدورت ہوگئی۔ اس دوران میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کی کتاب فیوض الحرمین میں پڑھا جس کے بعینہ الفاظ تو اس وقت یاد نہیں، مطلب یہ تھا کہ اہل مدینہ کی کدورت کے ساتھ جب مواجہ شریفہ پر حاضری ہوتی ہے تو حاضر ہونے والے اور حضور ﷺ کے درمیان اس کدورت کی تلخی ٹپکتی ہے، جس کی وجہ سے وہاں سے کچھ فیض حاصل نہیں ہوتا، بندہ کو یہ پڑھ کر تنبہ ہوا اور اپنے فاسد خیالات پر خاک ڈال کر دو رکعت صلوٰۃ التوبہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور اہل مدینہ کے لیے استغفار و دعائیں کیں پھر مواجہ شریف پر حاضری دی تو عجیب خصوصی توجہ محسوس ہوئی۔ امید ہے دوست بھی اس پر عمل کر کے فائدہ اٹھائیں گے۔

حصولِ فضائل کے لیے مجاورت اختیار کرنے والے

آنے والوں میں بہت سے حضرات جن میں یہ بندہ خستہ وخراب بھی ہے ایسے ہیں جو اپنی ملازمتوں، کاروبار اور بعض خدماتِ دینیہ چھوڑ کر اور اپنا وطن، رشتہ داروں کو چھوڑ کر کوئی خاص مقصد لے کر آئے تھے اور ان کے آنے کا کوئی موضوع تھا ان کی خدمت میں عرض ہے کہ ہم کو ارشادگرامی حاسبوا قبل ان تحاسبوا پر عمل کرتے ہوئے اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے، چاروں طرف سے ہماری عزت ہوتی ہے، لوگ ہمارے قیام پر رشک کرتے ہیں، ہمیں خوش قسمت سمجھتے ہیں، مگر دنیا ظاہر ہے اور آخرت میں باطن

ظاہر ہوگا، اس وقت سوائے ندامت کے کچھ نہ ہو سکے گا، اس لیے ہم کو اپنی حالت پر ابھی سے غور کرنا چاہیئے کہ ہم اپنے موضوع پر رہ کر ترقی کر رہے ہیں یا الٹے جا رہے ہیں اور بجائے قرب کے بعد ہو رہا ہے؟

سب سے پہلے یہاں آنے کے قصد کو یاد کرنا چاہیئے کہ ہم لوگ یہاں کسی دنیاوی مجبوری یا لالچ سے نہیں آئے تھے بلکہ ہم لوگ یہاں کی محبت کی بناء پر اور یہاں کے فضائل حاصل کرنے کی خاطر آئے تھے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کی رضا اور یہاں کے فضائل کوئی مادی چیز نہیں ہے جیسے کہ مال و دولت، جو جس طرح بھی آجائے قانون کے مطابق ہو یا خلاف، جس طرح بھی مال پر قابو پایا جاء وہ اسے حاصل کر سکتا ہے، لیکن اللہ کی رضا و قرب اور یہاں کے فضائل تو اللہ کی رضا کے مطابق رہنے ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں، اور رضا کی میزان شریعت ہے، اسی سے یہاں قیام کا شرعی درجہ، قیام کی اجازت اور رہنے کا طریقہ معلوم کرنا ہوگا۔

قیام کا شرعی درجہ

سارے فضائل جو گذشتہ تحریر میں بیان ہوئے اور ساری ترغیبات کے باوجود یہاں قیام کرنے کا درجہ مستحب سے اوپر کوئی نہیں کہہ سکتا اور وہ بھی جب ہے کہ آنے والا یہاں کی شرائط و آداب بجالا سکتا ہو ورنہ مکروہ ہے جیسا کہ تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔

آنے کے لیے شرعی اجازت

سب سے اول ضروری امر آنے کی شرعی اجازت کہ بلا اجازت آنے والا یا تو نکالا جاتا ہے یا اس سے بڑھ کر اس کو معنوی طور پر دور کر دیا جاتا ہے اور جو قرب و رضا اس کو وفاداری کی بناء پر اپنے ملک میں حاصل تھی، یہاں ایوانِ شاہی کے حقوق و آداب میں قصور کرنے کی بناء پر مجرم قرار دے کر دوری میں پھینک دیا جاتا ہے اور اس دوری کی

علامات اپنی زندگی کو رضا کی میزان شریعت میں تولنے سے معلوم ہو سکتی ہے جس کا بیان آگے آرہا ہے۔

مثلاً جو والدین کی اجازت کے بغیر آیا ہو، یا بیوی بچوں اور دیگر رشتہ داروں کے حقوق پامال کر کے قطع رحمی کا کبیرہ گناہ کر کے یہاں رہتا ہو یا دینی خدمات جو اپنے ملک میں اس سے متعلق تھیں ان کو ضائع کر کے یہاں آیا ہو، حاصل شدہ اسباب رزق اور عافیت کو ترک کیا ہو جب کہ خود کمزور طبیعت یا ضعفاء کا ساتھ ہو۔ اپنے دینی اصلاح و ترقی کے اسباب تعلیم و تربیت جو وہاں حاصل تھی اس کو چھوڑا ہو تو ایک ایک مشروط مستحب کی خاطر امور بالا کی پرواہ نہ کر کے جو آیا ہو اس کو آنے کی شرعی اجازت نہیں ہے اس کا آنا یا تو جاہلانہ محبت ہے یا نفسانی خواہش اور حب جاہ ہے ۔

کوچۂ جاناں میں آ آ کر کے سر مارا
نہ دیکھا یار کو گھر بار کو دیکھا تو کیا دیکھا

جیسا مساجد میں جمعہ کے روز عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ پہلی صف میں نماز پڑھنے کے فضائل کی بناء پر بعض شوقین گھر سے تو بہت دیر میں مسجد بھر جانے کے بعد آتے ہیں پھر لوگوں کی گردنوں کو پھاندتے ہوئے نمازیوں کے آگے سے گذرتے ہوئے جگہ ہو نہ ہو پہلے سے بیٹھے ہوؤں میں گھس جاتے ہیں، بزرگ لوگ تو صبر کرتے ہیں لیکن بندہ اپنی بدخلقی کا مظاہرہ کیا کرتا ہے اکثر پوچھ لیا کرتا ہے کہ یہاں کیا لڈو بٹتے ہیں جو اس طرح آنے سے مل جاویں گے، اگر ثواب کا شوق تھا تو پہلے سے آتے، حرام امور کا ارتکاب کر کے ثواب زبردستی لو گے؟ یہی ایذاء مسلم کا منظر کعبہ شریف میں داخلہ کے وقت ہوتا ہے۔

ان حالات کو دیکھ کر یہ مقولہ سچ معلوم ہوتا ہے کہ فلاں نے تبرک سمجھ کر فلاں

بزرگ کی چوری کرلی۔ ایک دفعہ عرفات میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنے خیمہ میں اعلان کیا کہ یہاں پر جو لوگ اس معلم کے آدمی نہ ہوں وہ یہاں کا کھانا نہ کھائیں حرام ہوگا، مگر بندہ نے دیکھا کہ محض تبرک کے شوق میں ایک صاحب نے دو لقمے یہ کہہ کر کھالیے کہ تبرک ضرور کھانا ہے، یہ سب خلاف شرع جہالت کے جذبات ہیں۔

یہاں قیام کے بعد جن امور سے سابقہ پڑتا ہے

اول بچوں کی تعلیم وتربیت میں مشکل پڑتی ہے کیونکہ غیر ملکیوں کے لیے ان کے مناسب نہ تو یہاں دنیاوی تعلیم کا کوئی انتظام ہے نہ ہی ہمارے مسلک کے مطابق معیاری دینی تعلیم کا انتظام ہے۔ لڑکیوں کے رشتہ کا مسئلہ، معاشرہ کے اختلاف اور اجنبیت کی وجہ سے اور بھی مشکل ہے۔ قانونی طور پر آزادانہ کسب کرنے کا موقع نہیں اس کے لیے قانون اور حکومت سے جھوٹ اور دھوکہ کرنا پڑتا ہے یا جان بوجھ کر اپنے کو عجز اور مجبوری کی حالت میں ڈالنا پڑتا ہے اور اس عجز کو توکل کا نام دیا جاتا ہے۔ حالانکہ عقیدہ کے لحاظ سے توکل کا درجہ تو سب پر فرض ہے اور توکل کی وجہ سے اسباب کو بھی اختیار نہ کرنا بہت مشکل شرائط کے ساتھ انفرادی حیثیت والے قوی کو جائز لیکن متاہل و ضعیف اور نااہل کے لیے ناجائز ہے اور خود عاجز بن جانا پسندیدہ نہیں کہ عجز وکسل سے حضور ﷺ نے پناہ مانگنا سکھایا ہے۔

یہاں کا ادب جو نفع حاصل کرنے کی شرط اعظم ہے وہ چند روز میں ختم ہو جاتا ہے کہ پہلے تو پاکستان میں رہتے ہوئے یہاں کی مٹی کو بھی سرمہ بنایا جاتا تھا۔

خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاک درِ رسولؐ کا سرمہ لگائیں ہم

مدینہ پاک کی ہوا لگی چیز کو چوما جاتا تھا، یہاں آکر اشرف المخلوقات انسان حضور ﷺ

کے قدیم پڑوسی ہی اچھے نہیں لگتے کیونکہ ساتھ رہنے کی وجہ سے ان سے معاملات پڑتے ہیں اور وہ بھی ہماری طرح کے انسان ہیں فرشتے نہیں۔ان سے لڑائی،بغض،حسد، نفرت سبھی کچھ وہی پیش آتا ہے جو معاملات پڑنے سے اپنے وطن کے لوگوں سے پیش آتا تھا۔ کیونکہ درگزر کرنے،ایثار کرنے،صبر کرنے کی اہلیت اور ملکہ تو ہے نہیں،جو عارضی عظمت ومحبت دور سے تھی وہ اپنے مفاد کے ٹکراؤ سے ختم ہو جاتی ہے کیونکہ جب ہم لوگ اپنی باطنی وظاہری اخلاق کی اصلاح کروا کر نہیں آئے تو وہی اعمال صادر ہونے ہیں جو وہاں ہوتے تھے،صرف فرق اتنا ہے کہ وہاں ایک گناہ ایک شمار ہوتا تھا یہاں مکہ مکرمہ میں لاکھوں گناہ بڑھ کر اور مدینہ پاک کی بے ادبی تو بہت ہی خطرناک ہے۔

جب غیبت کی عادت ہے جو کہ حرام اور کبیرہ گناہ ہے تو وہ عادت کے مطابق یہاں بھی ہوگی لیکن اپنے وطن میں غیبت کرنے سے جتنا گناہ اور خدا اور رسول کا بعد ہوگا وہ یہاں بیت اللہ شریف اور حضور ﷺ کے قریب آ کر زیادہ بعد اور دوری اور وبال کا باعث ہوگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ سے باہر ستر لغزشیں مکہ کی ایک لغزش سے بہتر ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کئی مضمون اس کے ہم معنیٰ ذکر کیے گئے ہیں،اور اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی یہی ارشاد ہے۔ (فضائل حج)

ہم میں کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں ظاہری اور باطنی گناہ نہ کروں گا اور مدینہ پاک کے آداب اور حقوق العباد ادا کر سکوں گا۔

ہمارے حاجی لوگ ہزاروں خرچ کر کے ساری عمر میں صرف دس روز کے لیے زیارت کو حاضر ہوتے ہیں اور سینکڑوں آرزوؤں اور کوششوں کے بعد حاضری ہوتی ہے،

قدرتی طور پر ایسی حالت میں ادب واحترام کے جذبات اپنے کمال پر ہوتے ہیں، لیکن عام مشاہدہ ہے کہ آتے ہی معمولی باتوں پر مزدوروں، دکانداروں اور دیگر اہل حرم سے لڑائی جھگڑا دھوکہ وغیرہ شروع کر دیتے ہیں۔

ادھر ہم لوگ جو یہاں مقیم ہو گئے ہیں وہ حجاج کرام مہمانان رسول ﷺ کو لوٹنے کی انتہائی کوشش کرتے ہیں کہ اگر کسی کے گھر کوئی کمرہ خالی ہو تو اس کا زیادہ سے زیادہ کرایہ وصول کرنے کی کوشش ہوتی ہے بلکہ اس کا انتظار کیا جاتا ہے کہ زیادہ رش کے وقت مکان کو کرایہ پر دیا جائے کہ جب کہیں جگہ نہ ملے گی تو حاجی کو مجبوراً منہ مانگے دام دینے پڑیں گے، اس مشکل وقت کے انتظار میں چاہے کمرہ خالی پڑا رہے۔

کسی ذلیل سے ذلیل آدمی کی غیرت گوارا نہیں کرتی کہ اپنے مہمان سے کرایہ وصول کرے چہ جائیکہ حضور اقدس ﷺ کے مہمان سے اس بے دردی کے ساتھ وصول کرے۔ اس قسم کی باتیں ایسی عام ہو گئی ہیں کہ ان کی برائی کا احساس بھی نہیں رہا بلکہ اس کو ایک شریفانہ پیشہ اور حجاج کی خدمت سمجھا جاتا ہے۔ یہاں پر کرایہ وصول کرنے اور حجاج کے ہاتھ چیزوں کو گراں بیچنے کا شرعی جواز وعدم جواز کا ذکر نہیں بلکہ یہ عرض کرنا ہے کہ یہ اس اخلاق وعشق کے تقاضہ کے خلاف ہے جس کی بناء پر یہاں قیام اختیار کیا تھا۔

اب اپنے علم وعمل میں ترقی کا حال سنیئے! یہاں رہنے سے محض یہاں کی برکت سے کسی کو خود بخود علم آ گیا ہو، ایسا کوئی آدمی بندہ نے نہیں دیکھا بلکہ علم حاصل کرنے کے لیے باہر ہی جانا پڑتا ہے اور دینی مسائل اور خصوصاً فقہ حنفی کے مطابق مسئلہ معلوم کرنے کے لیے باہر ہی رجوع کرنا پڑتا ہے، باقی رہا عمل جس کے ظاہر کی بنیاد تو علم پر ہے اور باطن کی روح، اصلاح اخلاق اور تعلق باللہ سے ہے۔ اس بات کو حاصل کرنے کے لیے مشائخ کی صحبت کی ضرورت ہے، تو آجکل اس مقصد کے لیے بھی باہر ہی جانا پڑتا ہے۔ چنانچہ حضرۃ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر قبروں کی مجاورت سے

مقصود حاصل ہو جاتا تو سارا جہاں اس بات کو حاصل کرنے کے لیے مدینہ منورہ ہی کو چلا جاتا اور تربیت وارشاد کا سلسلہ بالکل لغو اور بے فائدہ ہو جاتا۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ قبروں سے تربیت واصلاح اور نسبت کا حصول نہیں ہوتا البتہ حاصل شدہ نسبت میں قوت آتی ہے۔ اس لیے اگر کوئی صاحب نسبت استفادہ کے دیگر شرائط کے ساتھ یہاں مشغول رہے تو بلا شبہ حاصل شدہ نسبت میں بہت ترقی ہو سکتی ہے، مگر ہر عامی آدمی تو اس طرح فائدہ حاصل نہیں کر سکتا، چنانچہ یہاں عرصہ سے رہنے والے اور حرمین میں جم کر عبادت کرنے والے یا جھاڑو وغیرہ کی عالی خدمات بجالانے والے اگر جہالت، بدعات و شرک میں پہلے مبتلا تھے تو اب بھی اسی طرح کے ہیں بلکہ بعض تو اور بھی سخت ہو گئے کہ یہاں حرم شریف میں نماز بھی نہیں پڑھتے، اپنی نمازوں کو لوٹا لیتے ہیں، اس طرح نماز جمعہ سے بالکل ہی محروم رہتے ہیں۔

اب ہماری عورتوں کی نماز کا حال سنیئے! وطن میں ہماری عورتیں شریفانہ طور پر گھروں میں نماز پڑھتی تھیں، کبھی کبھار کسی خاص ضرورت سے گھر سے نکلنا ہوتا تھا حالانکہ وہاں بھی جامع مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب پانچ سو گنا تھا مگر نماز کے لیے کبھی کسی مسجد میں نہیں گئیں، ہاں کبھی جمعہ کے روز وعظ سننے کی غرض سے کچھ عورتیں مساجد میں الگ باپردہ انتظام کے ساتھ چلی جاتی تھیں، یہاں پر ماحول کا اثر اور ثواب کا شوق ایسا ہوتا ہے کہ پانچوں وقت باقاعدہ بازاروں سے گذر کر حرم شریف جانا ہوتا ہے، پھر وہاں کھلے منہ بیٹھنا ہوتا ہے، حرمین میں عورتوں کے لیے کوئی الگ کمرہ نہیں[1] البتہ کھلے میدان میں کونوں پر جگہ مخصوص ہے وہاں اپنی عورتوں اور بچوں کو لینے مرد بھی آجاتے ہیں، جس کی ماں بہن کو دیکھنا ہو وہاں بے تکلف دیکھا جا سکتا ہے، بچوں کا ساتھ ہوتا

---

[1] الحمدللہ آجکل اس معاملہ میں پردہ وغیرہ کے اچھے انتظام ہو گئے ہیں۔

ہے جس کی وجہ سے کھانا، پینا، پیشاب، پاخانہ، رونا اور شور وغل خوب ہوتا ہے۔ سارے شہر میں پھرنے والی بے پردہ عورتیں اور آزاد ملکوں کی آزاد عورتیں جن سے مردوں کی طرح پردہ کرنے کا حکم ہے، ان کی صحبت ہوتی ہے، ان کے خلاف شرع فیشنوں اور ان کی معاشرت کا اثر پڑتا ہے۔ پھر دنیا بھر کی خبروں پر تبصرہ، غیبت، چغلی، فضول گوئی کا مشغلہ حرم پاک میں ہوتا ہے جس سے مردوں کی مجالس بھی خالی نہیں تو عورتیں کیسے محفوظ رہ سکتی ہیں، اچھی خاصی تفریح ہوتی ہے، یہ نماز یقیناً نفس کو گھر کی نماز سے افضل معلوم ہوگی بندہ کا خیال جس کی تائید بہت سے احباب نے کی یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ دوسرے شہروں کی طرح یہاں پر عورتوں کے لیے تفریح گاہ، لیڈی باغ یا کلب بنادیا جائے تو حرم شریف میں نماز پڑھنے والیاں صرف چوتھائی رہ جائیں۔

اور جو کوئی نیک عورت ان مندرجہ بالا سب خرافات سے کوئی مطلب نہ رکھتی ہو اس کا مقصد محض ثواب اور اللہ کی رضا ہو تو کسی کام میں ثواب و رضا کا سمجھنا کسی کے اپنے خیال پر مبنی نہیں ہے اور کسی کے دل چاہنے پر نہیں ہے۔ اس کے لیے شریعت سے پوچھنا پڑے گا ورنہ تو ساری ہی بدعات جائز ہو جائیں گی جو کہ بہت اخلاص سے ثواب ہی کے لیے کی جاتی ہیں حالانکہ ثواب کے پردہ میں اتباع نفس یا جہالت ہوتی ہے۔ ان مذکورہ خرابیوں کے بغیر عورتوں کی مسجد کی نماز کو شریعت کے نزدیک گھر کی نماز کے افضل ہونے میں تو کسی کا اختلاف نہیں کہ اس حرم کی نماز پر گھر کی نماز کی فضیلت حدیث پاک میں خود حضور ﷺ سے واضح طور پر آ چکی ہے اور حرم کی نماز کا لاکھ گنا ثواب یا ہزار گنا ثواب مردوں کے لیے ہے عورتوں کو نہیں ہوتا مگر ان کی گھر کی نماز مسجد والی نماز سے کیفیت کے اعتبار سے افضل ہے۔ (معلم الحجاج فتاویٰ رحیمیہ وغیرہ)

بندہ نے حرم میں عورتوں کی نماز کے متعلق مفتی مظاہر علوم سے استفتاء کیا، انہوں نے مکروہ لکھا، اس پر دارالعلوم دیوبند کے مفتیٔ اعظم، جامعہ رشیدیہ کے مفتی اور شیخ

الحدیث صاحبان کے دستخط اور حضرت مولانا بنوری صاحبؒ نے تو فتوئی پر لکھا کہ خواتین محض حج کے لیے آئی ہوں مقامی ہوں، بعض صورتوں میں نماز حرام اور بعض صورتوں میں مکروہ ہوگی (مکمل فتوئی بندہ کے پاس ہے)۔[1]

ہمارا طرزِ زندگی اور معاشرت

عبادات کے بعد دین میں معیشت و معاشرت کو بہت اہمیت حاصل ہے اس میں جو بہت سی باتیں ناجائز اور حرام ہیں ان سے یہاں آنے والے عموماً بچتے ہیں۔ آجکل حرام میں ابتلاء بھی بہت ہوگیا ہے، خصوصاً گھروں میں وی سی آر (ویڈیو) ڈاڑھی کا منڈانا یا کٹوانا، غیبت کرنا، حرم شریف میں دنیا کی باتیں کرنا، باہر سے آیا ہوا مشکوک گوشت کا استعمال کرنا۔

اور بہت سی چیزیں فی نفسہٖ مباح ہیں، ان کو اختیار کرنے میں عام طور پر ضابطہ میں شریعت نے کوئی پابندی نہیں لگائی اور اس میں عام سطحی اور عوامی زندگی گذارنے والوں کے لیے کوئی خاص خرابی نہیں لیکن جو لوگ بہت سی قربانیاں کر کے یہاں پر عشق کے جذبہ سے آئے ہیں اور یہاں کے فضائل کے حصول کا شوق رکھتے ہیں، ان کے اخلاق، ان کی طرز زندگی اور معاشرت و معیشت شرعی جواز والی نہیں بلکہ عزیمت اور اسلامی فضائل والی زندگی کے مطابق ہونا چاہیئے تا کہ وہ اپنے آنے کا مقصد پا سکیں اور اپنے موضوع میں ترقی کر سکیں۔ لہٰذا جو خواص کے طریقوں پر زندگی گذارنا چاہیں ان کو پہلے فضیلت کا اسلامی معیار معلوم ہونا چاہیئے تا کہ وہ اس کے مطابق اپنے مزاج کو بنائیں، مثلاً جو زمینداری، کاشتکاری کرنا چاہیں ان کا لباس، ان کی عادات، ان کی قوتِ برداشت ایک دوکاندار سے مختلف ہونی چاہیئے تب ہی کام ہو سکے گا۔

---

[1] یہ فتوے بھی ان حالات میں دیے گئے تھے جب تک حرمین میں عورتوں کی نماز کے لیے الگ جگہ نہیں تھی اور اب جب کہ علیحدہ انتظام ہے تو موجودہ حالات میں حرمین کی نماز کے لیے علماء سے رجوع کرلیا جائے بہر حال عورتوں کے لیے افضلیت تو گھر کی نماز کی ہی ہے۔ (ناشر)

اسی طرح ایک کلرک، سرکاری ملازم کا پابندیٔ وقت میں مزاج کاشت کار اور دوکاندار سے مختلف ہوگا۔ وہ دوکاندار کی طرح جب چاہے دفتر نہیں جا سکتا اور فوج میں کوئی عہدہ لینا ہو تو سول ملازمین سے مختلف فوجی مزاج بنانا پڑے گا۔

اصحابِ سعادت و عزیمت کی حالت

رسول اللہ ﷺ کو اپنے اصحاب کے متعلق یہ خطرہ تھا کہ وہ دنیا میں پڑ کر اپنا مقصد نہ بھول جائیں اور دنیا کی عام سطح پر نہ آ جائیں کیونکہ دولت اور فراخی عنقریب آنے والی تھی، جو تقریر فرمائی اس میں مسلمانوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا:

"مجھے تمہارے بارے میں کچھ فقر و افلاس کا کوئی خطرہ نہیں مجھے تو اس کا اندیشہ ہے کہ کہیں دنیا میں تم کو بھی وہی کشائش نہ ہو جائے جیسی تم سے پہلے لوگوں کو حاصل ہوئی، تو تم بھی اسی طرح اس میں حرص و مقابلہ کرو جیسے انہوں نے کیا، تو تم کو بھی (وہ کشائش) اسی طرح ہلاک کر دے گی جیسے ان کو ہلاک کیا"۔ (بخاری و مسلم کذا فی کاروان مدینہ)

حضور اقدس ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو ارشاد فرمایا اپنے آپ کو ناز و نعمت میں پرورش کرنے سے بچتے رہنا کہ اللہ کے نیک بندے ناز و نعمت میں لگنے والے نہیں ہوتے اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے تھوڑی روزی پر راضی رہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف سے تھوڑے عمل پر راضی ہو جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے تمام عمر اپنی وفات تک کبھی جو کی روٹی بھی لگاتار دو دن پیٹ بھر کر تناول نہیں فرمائی اور فرماتی ہیں کہ یہ جواب فراخی آ رہی ہے اگر کوئی خیر کی چیز ہوتی تو حضور ﷺ کے مبارک خیر کے زمانہ میں زیادہ ہوتی، اس وقت تو مہینوں گھر میں چراغ بھی نہ جلتا تھا۔

بزرگی والی اعلیٰ زندگی کی حالت میں حضرت قطب العالم گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ جو

سعید اور سمجھدار اللہ پاک کی بارگاہ کا قرب چاہتا ہو تو اس کو یقین رکھنا چاہیئے کہ اللہ پاک کی بارگاہ کدورتوں سے بالکل پاک ہے اور انتہائی منزہ ہے، گناہوں کی نجاستوں سے آلودہ شخص اس کی بارگاہ کے لائق نہیں، وہ اپنے بندوں سے اپنی طاقت اور اپنے اوامر کا امتثال چاہتے ہیں، ممنوعاتِ شرعیہ سے منع فرماتے ہیں اور زبانِ حالی سے کہتے ہیں کہ اے ابن آدم میں تیرا لازمی چارہ کار ہوں یعنی میرے سوا تیرا کوئی چارہ کار نہیں، تو اپنے لازمی چارہ کار کو مضبوط پکڑ لے بس اس علم و یقین کے ساتھ طلب و نجات کے لیے کمر ہمت باندھ کر باطن کے تزکیہ و تطہیر میں مشغول ہو جائے۔

باطن کے تزکیہ و تطہیر کے لیے لازمی صفات

اس کے لیے مندرجہ ذیل صفات اپنے اندر پیدا کرے:

اپنے آپ کو کمتر سمجھنا اور اس کی ضد کبر ہے، خلقت کی ایذاؤں کو برداشت کرنا، مخلوق کے حقوق کو اپنے نفس پر ترجیح دینا، یعنی اپنے حظ نفسانی پر مقدم رکھنا سخاوت کرنا، درگذر کرنا، تصنع و تکلف کا چھوڑ دینا، خرچ اس طرح کرنا کہ نہ تنگی ہو نہ اتنی فراخی کہ احتیاج لاحق ہو جائے اور مقروض ہو جائے، توکل کرنا، تھوڑی سی دنیا پر قناعت کرنا، عزت و جاہ کا خواہشمند نہ ہونا۔ (ماخوذ از ارشاد السلوک)

مندرجہ بالا صفات والی طرزِ زندگی اختیار کرنے کے لیے ہمیں اپنی معاشرت کو بہت سادہ کرنا پڑے گا، مسافرانہ طور پر وقت گذارنا ہوگا، جیسا کہ حکم ہے کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل یعنی دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر یا راہ گذر، لمبی امیدیں لمبی اسکیمیں نہیں بنانا ہوں گی، تنعم سے بچنا ہوگا، تھوڑے پر قناعت کرنا ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ شریعت کی مباح کردہ چیزوں کے چھوڑنے پر اتنا زور کیوں دیا جاتا ہے اور اس سے دینی تباہی کیسے آتی ہے؟

حدیث پاک میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں آدمی کی ہلاکت اس کے ماں باپ کے ہاتھ سے وقوع میں آئے گی، اگر کسی کے ماں باپ نہ ہوں تو بیوی کے ہاتھوں آئے گی اگر وہ بھی نہ ہوں تو اقرباء ورشتہ داروں کے ہاتھوں تباہی چھاجائے گی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کے ہاتھوں تباہی کس طرح ظاہر ہوگی؟...... آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ کنبہ والے اور رشتہ دار تنگیٔ معاش پر غیرت دلائیں گے اور وہ غیرت کی وجہ سے حد سے بڑھے گا اور خوشحال بننے کے لیے حرام ومعصیت پر دلیر بن جائے گا اور اپنے آپ کو اور اپنے دین کو برباد کرلے گا۔

یہاں پر سینکڑوں افراد ایسے بھی آئے ہیں جو یہاں کی حاضری کے موضوع پر قائم رہے، وہ حضرات ہمارے قریب کے دوستوں، بزرگوں میں موجود ہیں لیکن ہمیں کبھی احساس ہی نہیں ہوا کہ ان کی مبارک زندگیوں سے سبق لیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے کبھی اپنا محاسبہ نہیں کیا۔ اب میں اپنی ذاتی حالت کو عرض کرتا ہوں کہ ماحول کا اثر میری معاشرت پر کیا پڑا۔

ماحول کا اثر ہماری زندگی پر

پاکستان میں چار آنہ کی ہنڈیا یا دو روپے کی دیگچی میں سالن پکتا تھا، یہاں اسی ۸۰ ریال کا پریشر ککر خریدا جو اب عادت پڑ جانے کی وجہ سے ضروریات میں داخل ہوگیا، اب خریدا جائے تو دو سو کا ہے۔ وہاں مٹی کا چولہا خود گھر میں مفت بن جاتا تھا، یہاں سو ریال کا چولہا خریدا جو اب ڈیڑھ سو کا ہے، وہاں استری ہم غرباء کے پاس تھی ہی نہیں یہاں اس کی بھی ضرورت پڑ گئی اور بجلی کی ۳۰ ریال کی خریدی، گھر میں بلا قصد ثلاجہ (فرج) بھی گھس گیا کہ مفت ہدیہ میں آیا تھا۔

اسی طرح اور بہت سی چیزیں ہیں جو نہ اپنے ملک میں استعمال ہوتی تھیں نہ ہی

یہاں سب غریب لوگ استعمال کرتے ہیں اور نہ ہی کوئی عارضی قیام والا امیر ان کو یہاں اپنے عارضی قیام کی خاطر خریدتا ہے بلکہ جس طرح بھی ہو گذارہ کر لیتا ہے جس سے ثابت ہوا کہ یہ حقیقی ضروریات میں نہیں ہیں اور یہاں عبرت کی بات یہ ہے کہ آجکل اسی ملک میں بہت سے امراء ڈاکٹر، انجینئر پاک و ہند کے بلکہ امریکہ تک کے جو مذکورہ چیزوں کے استعمال کے بہت عادی ہیں دنیا کی خاطر بعض ایسی جگہوں میں کام کر رہے ہیں جہاں پر وہ چیزیں موجود نہیں بلکہ وہاں بجلی ہی نہیں ہوتی۔ ہم لوگ اعلیٰ زندگی گذارنے کے لیے یہاں آئے اور ہمیں مسافرانہ زندگی گذارنے کا حکم ہے تو ہم ان خصوصیات کو ضروریات سمجھ لیں تو یہ محض ماحول کا اثر اور نفس کا دھوکہ ہے۔

سینکڑوں روساء کے آقا و مرشد حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے بیماری اور معذوری اور بڑھاپے کی حالت میں یہاں مئی، جون، جولائی کے روزے رکھے، باوجود خدام کے اصرار کے کولر کا استعمال نہیں کیا، حالانکہ حضرت کو گرمی بہت لگتی ہے، اس لیے نماز کو جاتے وقت بنیان کو پانی میں بھگو کر پہن لیتے تھے، اس طرح دوپہر کو کمرے میں بھی بنیان بھگو کر کولر کا کام لیتے تھے۔

اب کثرت امراض، ضعف و معذوری کے حد درجہ بڑھ جانے پر کولر کو قبول کر لیا مگر اس کا بدل مجاہدہ و ریاضت میں حیرت انگیز اضافہ فرما دیا بلکہ ائیر کنڈیشن سے نکل کر نمازوں میں جا کر وہاں گرم ہوا میں بیٹھنا، بجائے آرام کے خود مستقل مجاہدہ ہو گیا اور اس کولر کو ایک خادم نے بلا اجازت لگا دیا کہ میں اسے پھر لے جاؤں گا ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند درنوشتن شیر و شیر

ان چیزوں کے استعمال سے دین کی جو تباہی ہوتی ہے اس بارے میں اوپر حدیث پاک کا مضمون گذر چکا ہے کہ خوشحال بننے کے لیے آدمی حرام و معصیت پر دلیر ہو جاتا

ہے اس کا ظہور یہاں اس طرح ہوتا ہے کہ اس طرح کی زندگی کے لیے زیادہ معاش کی ضرورت ہوتی ہے اور جائز معاش کے اسباب میسر نہیں، حالانکہ نماز روزہ کے بعد کسب حلال فرض ہے، اب جب کہ تھوڑے حلال سے کام نہیں چلتا تو حرام یا مکروہ یا یہاں کے قیام کی شان کے خلاف گھٹیا قسم کا کسب کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً اگر موسم (حج) میں حرص کے ساتھ کمائی کی فکر کرے گا تو حجاج کرام کو لوٹنا اور ان کے حقوق کو پامال کرنا ہوگا۔ اگر کوئی دینی خدمت میں مشغول ہے تو اگر وہ اپنی اصلی اور حقیقی ضروریات کے لیے وظیفہ اور گذارہ کہلا کر اس کے کام کے ثواب میں کمی نہ کرے گا، اگر فضولیات اور مصنوعی خیالی ضروریات کے لیے خدمت کی لائن سے زیادہ کمائی کر رہا ہے تو وہ دینی خدمات کے ثواب نہیں پاتا۔

ہم میں ایک طبقہ متوکل بن کر عیش کرتا ہے اور آجکل جہالت و بے احتیاطی کی وجہ سے ہدایا دینے والے بھی ہدیہ کا مقصد اور معنیٰ تک سے ناواقف ہوتے ہیں، ہدیہ کے نام سے صدقہ وخیرات اور زکوٰۃ تک کا کھانا ہوجاتا ہے۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ یہ بہت ہی ضروری اور اہم ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف سے ناواقفیت کی وجہ سے بہت سے لوگ زکوٰۃ اغنیاء کو دے دیتے ہیں، اس لیے کہ ان کو یہ مسئلہ معلوم نہیں ہوتا کہ زکوٰۃ کے لیے صاحب نصاب نہ ہونا ضروری ہے (اس کے علاوہ اور بھی شرائط ہیں)۔

اس لیے ہدیہ لینے والے کو بھی ضروری ہے کہ وہ اہتمام سے پوچھ لیا کریں کہ یہ زکوٰۃ تو نہیں۔ اور یہاں کے رہنے والے کو ہدیہ لینے والے نہ ہوں وقتاً فوقتاً امراء کے سامنے اس مسئلہ کو ظاہر کرتے رہیں کہ اگر وہ زکوٰۃ کا مال کسی کو دیں تو یہ تصریح کر دیں کہ یہ زکوٰۃ ہے، کسی اچھے عنوان سے ظاہر کر دیں کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے کہ وہ مسئلہ سے باخبر

رہیں اور وہ کسی کو ہدیہ کے نام سے نہ دے۔ اس طرح بہت سے متوکلین حرام خوری میں مبتلا ہوتے ہیں، بیشک بزرگان دین کی بہت اعلیٰ و اشرف آمدنی خالص ہدیہ جس کی تعریف من حیث لا یحتسب ہے ہر جگہ مل سکتا ہے مگر ایک تو مقدار میں وہ اکثر کفایت کے درجہ میں ہوتا ہے کیونکہ متقین کے لیے تو عاقبت ہے دوسرے اس اعلیٰ و اشرف ذریعہ کی شرط تو صحیح توکل و تقویٰ ہے، مصنوعی توکل والوں کا رزق بھی مصنوعی ہوتا ہے، مانگنے والوں میں اور ہم لوگوں میں اتنا ہی فرق ہے کہ وہ لوگ پھیری لگا کر پیسہ پیسہ اکٹھا کرتے ہیں اور ہم لوگ شان اور متوکلانہ تکبر کے ساتھ اکٹھی رقمیں لیتے ہیں، دوسرے لفظوں میں دین فروشی میں ہم لوگ تھوک فروش ہیں۔

ہماری جو حالت ہونا چاہیئے تھی اور جو ہوگئی اس کی طرف مثال کے طور پر یا چند نمونہ کے طور پر اشارات ہیں، اپنی اپنی حالت کا محاسبہ کرنے پر سب تفصیلات سامنے آجائیں گی۔

ہر آنے والا آنے سے پہلے اور آکر بھی چند روز اپنے خیال میں اپنے کو اس پر بہت مضبوط پاتا ہے کہ مجھ کو ماحول اور لوگوں سے کیا واسطہ! میں تو اپنے موضوع پر قائم رہوں گا، مجھ گنہگار کو تو مدینہ پاک میں بس قیام نصیب ہوجائے اور یہاں کی گلیوں کی فراشی (صفائی کا کام) ہی مل جائے وہ میرے لیے بڑا اعزاز ہے، میں تو یہاں کے کتے کی بھی عزت کروں گا، یہاں کے فقر و فاقہ کو نعمت سمجھوں گا، یہاں کی جھونپڑی کو محلات پر ترجیح دوں گا۔ مگر چند روز بعد ماحول کا اثر غیر محسوس طریقہ پر آہستہ آہستہ اس پر ہوجاتا ہے، ساتھ ہی پہلا سا جذبہ اور شوق بھی قدرتی طور پر ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اس لیے اس کے اپنے جذبات و خیالات ہی بدل جاتے ہیں۔

پہلے وہ جن مباحات کے نتائج کو خطرناک سمجھتا تھا مثلاً بڑی بڑی بلڈنگیں بنانا، جملہ آرائش و آسائش کے سامان، موٹر میں ریڈیو، ٹیلیفون، کولر، قالین، فرش، مثلاً جے

وغیرہ کو وقت کی بچت اور دینی امور کے لیے فراغت اور دلجمعی کا باعث قرار دینے لگتا ہے اوران کو نیک نیتی اور خلوص سے استعمال کرتا ہےاور اپنی ذہانت علم، اور عمیق نظری کو ان کے جواز اور شرعی رخصتوں پر عمل کرنے کی فضیلت کے بیان میں صرف کر دیتا ہے۔

کچھ دنوں بعد وہ اس طرز زندگی پر مجبور ہو جاتا ہے کہ سب چیزیں ضروریات کا درجہ بن جاتی ہیں پھران کے قایم رکھنے، حاصل کرنے اور بڑھانے کے گورکھ دھندے میں پھنس جاتا ہےاور اپنے پہلے جذبات ونظریات کو جذباتی اور فضول سمجھنے لگتا ہے، اب کوئی نصیحت یا عبرت آموز واقعہ اثر نہیں کرتا بلکہ ہر نصیحت کو رد کرنے کے لیے مخالفانہ مزاج سے سنتا ہے ۔

تہمتیں چند اپنے ذمے دھر چلے
کس لیے آئے تھے اور کیا کر چلے

حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ کے نصائح

میرے آقا و مرشد پاک کو ایک دفعہ یہ اطلاع ملی کہ میں کوئی مکان بنانے کی فکر میں ہوں (بندہ اس وقت کرایہ کے مکان کی تلاش میں تھا لیکن سہارنپور میں بجائے کرایہ کے، بنانے کی اطلاع ہوئی) تو حضرت پاک نے بجائے کامیابی کی دعا کے اپنے گرامی نامہ میں یہ تحریر فرمایا کہ کبھی مکان بنانے کی فکر نہ کرنا بس اسی طرح بے سروسامانی میں وقت گذار دو"۔ اور بندہ کے ایک ساتھی کو جب ایک مختصر سی ملازمت ملی تو ان کے نام کئی گرامی ناموں میں مبارکبادی کے مضمون کے بعد فرمایا کہ ایک بات کو میں نے زبانی بھی کئی دفعہ کہا اور خطوط میں بھی لکھا اور اب بھی لکھتا ہوں کہ وہاں کے دوستوں کی مصاحبت سے اپنے کو بڑا آدمی نہ سمجھنا، عجب وتکبّر سے دور رہنا اور مدینہ پاک کے آداب کا خاص طور سے خیال رکھنا اور اللہ پاک کی نعمتوں پر شکر جتنا بھی ہو سکے اس میں دریغ نہ کرنا، تم ملک صاحب کے کارخانہ میں کماتے ہو اس کا مصرف کیا ہے؟ فضولیات میں ہرگز ضائع نہ کرنا، زیب وزینت میں ہرگز ضائع نہ کرنا۔ اپنے والد، بھائی، ذی

محرموں کی اعانت کر سکتے ہو تو ضرور کرنا ورنہ ملک صاحب ہی کے ہاں جمع کرواؤ، نفیس چیزوں کی طرف ہرگز نگاہ نہ اٹھانا لاتمدن عینیک الی ما متعنابه ازواجا منهم زهرة الحيوة الدنيا لنفتنهم فيه O ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا کہ ایسی مبارک جگہوں میں اوقات کی محافظت اور ان مقامات مقدسہ کے آداب کی ضرورت بہت ہے جیسا کہ مقدس مقامات کا ثواب المضاعف ہے ایسے ہی معصیت بھی بہت مضر ہے۔ تمہارے مستقل قیام کی دل سے دعا کرتا ہوں اور نصیحت تمہارے لیے ایک ہے کہ حب مال، حب جاہ سے اپنے کو بچاویں۔

ایک والا نامہ میں تحریر فرمایا کہ حرمین شریفین میں زیب و زینت سے بہت بچ کر رہنا اور تعلقات بھی کم رکھنا ہے۔

جو حضرات آنا چاہتے ہیں

اب جو حضرات یہاں آنا چاہتے ہیں وہ اتنے بڑے اقدام سے پہلے اپنے آنے کا مقصد متعین کریں پھر مذکورہ بالا یہاں کے منافع اور خطرات کو سامنے رکھ کر آنے کا فیصلہ فرمائیں۔ ہر شخص کے حالات مختلف ہیں اس لیے عام لوگوں کے لیے ایک عمومی مشورہ بندہ بھی عرض کرتا ہے:

۱۔ اگر مقدور ہو تو مستقل قیام کی بجائے بار بار آنے کی نیت رکھیں اور چند ماہ عارضی قیام کر کے واپس چلے جایا کریں۔

۲۔ یہاں آنے کے لیے جتنی مالی جانی قربانی کرنا ہو وہ اپنے مقام پر اپنی اصلاح میں خرچ کر دیں، اس کے لیے آجکل بہترین طریقہ تبلیغی جماعت میں لمبا وقت لگانا ہے جو ہر جگہ ممکن اور سہل ہے۔ دوسرا طریقہ اپنے کو کسی شیخ کامل کے سپرد کر کے ہمہ تن اس میں مشغول ہو جانا ہے، یہ ہر جگہ آسان نہیں کہ مشائخ کی کمی ہے اور طبائع

میں اتباع، انقیاد کی صلاحیت نہیں جو کہ اس راستے کی شرط ہے ویسے تبلیغی سلسلہ کے ساتھ مشائخ حقہ سے تعلق اور دخول سلسلہ بھی مفید ہے پھر جب دین یعنی کلمہ، نماز، علم، ذکر، صفائی معاملات، اخلاق و اخلاص سیکھ کر یہاں آنا ہوگا تو یہاں کے فضائل حاصل ہوں گے، مثلاً جب حقیقی طور پر نماز پڑھنا آتی ہوگی تب ہی یہاں پچاس ہزار نماز کا ثواب ملے گا، محض نماز کی صورت ادا کرنے پر پچاس ہزار کا کامل ثواب نہیں ملتا، سیکھنے کی چیزیں محض یہاں کے قیام سے خود بخود نہیں آسکتیں۔

جو حضرت آچکے ہیں!

جو حضرات آچکے ہیں وہ اپنے آنے کے مقصد کو یاد کریں، پھر مندرجہ بالا تحریر کی روشنی میں اپنی ترقی و تنزل کو معلوم کرنے کے لیے اپنی زندگی کا محاسبہ کریں، اللہ تعالیٰ بندہ کو بھی اس کی توفیق دے۔ ہم کو اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور کو اختیار کرنا چاہیئے :

۱۔ اس بات کے استحضار اور دھیان کرنے کا اہتمام کرنا یعنی وقتاً فوقتاً خاص طور پر یہ سوچنے کے لیے خواہ اس قسم کی کتب کے مطالعہ کے لیے وقت نکالنا کہ ہم نے اس قیام کی خاطر کتنی قربانی کی ہے اور اب بھی قانونی مجبوریوں کی وجہ سے کس قربانی سے رہ رہے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ قیام کی کس قدر عظیم نعمت حاصل ہوگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس حاصل ہوگیا، کہیں اس عظیم نعمت کی ناقدری کی سزا میں یہاں سے اخراج یا جسمانی قرب کے باوجود معنوی دوری نہ ہو جائے ؎

گو تھے اویس دور مگر ہوگئے قریب
بوجہل تھا قریب مگر دور ہوگیا

خود حضور اقدس ﷺ کے عہد مبارک میں بہت سے صورۃً زائر معنیً مہجور اور بعضے صورۃً مہجور، جیسے اویس قرنیؒ لیکن معناً قرب سے مسرور تھے، وہ حضور اقدس ﷺ کے

اس عالم میں تشریف رکھنے کے باوجود اپنی والدہ کی خدمت کی وجہ سے خدمت اقدس میں حاضری بھی نہ دے سکے، اور مستقل قیام تو بڑی چیز ہے۔

لیکن اس کے باوجود حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا: کہ جو تم میں سے ان سے ملے وہ ان سے اپنے لیے دعاء مغفرت کرائے، اور ارشاد فرمایا کہ اگر وہ (قرنیؒ) کسی بات پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ اس کو ضرور پورا کردے۔

۲۔ "فضائل حج" میں حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ نے مکہ مکرمہ کے تیس ۳۰ اور مدینہ منورہ کے ساٹھ ۶۰ نمبر آداب میں تحریر فرمائے ہیں ان کو مطالعہ میں رکھیں اور اسی سلسلہ میں فضائل درود، موت کی یاد فضائل صدقات اور شمائل ترمذی کو خاص طور سے مطالعہ میں رکھیں۔ نیز حج، عمرہ، زیارات کے مسائل اچھی طرح سیکھیں۔ اس میں "معلم الحجاج" اور زبدۃ المناسک میں سے کسی ایک کتاب کو کسی عالم سے سمجھ کر پڑھ لیں۔

یہاں چار پانچ ماہ حجاج کا ہجوم رہتا ہے، لاکھوں کا مجمع ہوتا ہے، اکثر حجاج کو حج کے موٹے موٹے مسائل بھی نہیں آتے، یہاں کے مقیمین ان سے اپنے کاروبار کا فائدہ حاصل کرتے ہیں، اس کا کوئی حرج نہیں لیکن ان کی اہم خدمت وضرورت کو بھی انجام دینا چاہیئے۔ فریضۂ حج ساری عمر میں ایک مرتبہ بہت سی مالی جانی قربانی کرکے ادا کیا جاتا ہے، اس سے ناواقفیت بھی ایک قدرتی بات ہے کہ ساری عمر اس عمل کی نوبت نہیں آئی، سارے مناسک عملی ہیں، نماز روزے کی طرح اس کی تعلیم کا اپنے ملکوں میں رواج نہیں ہے اس لیے ان مہمانوں کے مسائل میں عمومی راہنمائی یہاں والوں کو کرنا چاہیئے اور مشکل و نئے مسائل کو یہاں کے علماء سے پوچھ کر ان کو بتانا چاہیئے کہ وہ حضرات یہاں کے علماء سے ناواقف ہوتے ہیں۔

بندہ نے پہلے اس مضمون کو جب تحریر کیا تو اپنی اصلاح حال کے لیے بہت سے

آداب و ہدایات کے نمبر لکھے تھے مگر اب خیال آیا کہ ہر شخص کے حالات بہت مختلف ہیں اور اصلاح کے بہت سے پہلو ہیں، دوسرے یہ کہ آداب وغیرہ کا محض علم ہو جانے سے تو آدمی عمل پر نہیں پڑسکتا۔ جب تک کہ اس کے دل میں دینی جذبات پیدا نہ ہوں اور دل کی حالت درست نہ ہو، اس کے لیے بزرگوں کی صحبت اور ان سے تعلق کی ضرورت ہے اور انہیں کی وعظ وتذکیر اثر بھی کرتی ہے، لہذا ایک بنیادی چیز کی دعوت دیتا ہوں، وہ یہ کہ یہاں پر الحمدللہ مغرب تا عشاء تبلیغی جماعت کا حلقہ ہوتا ہے۔ (خدا اس کو ہمیشہ قائم رکھے اور جماعت کی مدد فرمائے) اس میں پابندی سے شرکت کا معمول بنالیں وہاں اصلاحی وعظ بھی ہے اور عملی مشق بھی ہے وہاں جو اپنی اصلاح کی نیت سے شریک ہوتا ہے اس کی اپنی اصلاح ہوتی ہے اور وہ دوسروں کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے۔ [1]

اللھم اجعلنا من اھل المدینة مقبولین

---

[1] آج کل سیاسی وجوہ اور ملکی مصالح کی بناء پر جماعتی طور پر حلقہ بند ہے اللہ تعالیٰ کوئی بہتر صورت پیدا فرمادے۔ آمین

خلاصہ

ہم یہاں کی حاضری سے پہلے کے اپنے عزائم اور اپنے شوق کی حالت اور یہاں آنے کے بعد قیام کے پہلے مہینہ یا پہلے سال کے اپنے مشاغل واعمال کو یاد کریں، بس اس وقت کچھ چیزوں کو چھوڑا تھا اور کچھ کو اختیار کیا تھا اس سے اپنے تنزل یا ترقی کا حال معلوم ہو جائے گا۔

آخر میں حضرت شیخ المشائخ قطب العالم شیخ ابن عطاء اللہ اسکندری شاذلی کی کتاب الحکم سے ان کی ایک نصیحت لکھ کر ختم کرتا ہوں، فرماتے ہیں :

"تیری مشغولی کے لائق وہی اعمالِ صالحہ ہیں جن کو تو نے محبوب جانا اور ان کی طرف مسارعت کی اور اعراض کے قابل وہ خواہشاتِ باطلہ ہیں جن کو چھوڑ کر تو نے اپنے مولیٰ کی طرف توجہ کو اختیار کیا"۔

واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین و الصلوٰۃ و السلام علی رسولہ سیدنا و شفیعنا محمد و الہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین O

مکتوب

حضرت اقدس حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ

از مکہ معظمہ حارۃ الباب.........مؤرخہ ۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۱ھ

از : فقیر امداد اللہ عفی عنہ

بخدمت سراپا جود وسخا حامی شریعت وطریقت جناب نواب محمد محمود علی خاں صاحب

متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ! جب سے آپ تشریف لے گئے ہیں دل کو بہت قلق ہے، امید ہے کہ بفضلہ تعالیٰ آپ مع الخیر والعافیت اپنے وطن پہنچکر اپنے فرزندان وعزیزان اقارب کے دیدار سے مسرور شادکام ہوئے ہوں گے، آپ بہت جلد اپنے مزاج مبارک کی خیریت وحالات سفر ودیگر حالات سے سرفراز فرمائیں۔

چونکہ فقیر کو آپ سے محبت للہ ہے اور اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃ بڑی خیر خواہی دین کی ہے اس لیے خیر خواہانہ تحریر ہوتا ہے، آپ اپنی ریاست کا انتظام اور حق داروں کے ادائے حقوق کا بندوبست اس طرح سے کر کے یہاں تشریف لاویں کہ آپ کو کچھ تشویش نہ رہے کیونکہ جب تک قلب، تعلقات وتشویشات دنیاوی میں مشغول رہے گا عبادت و طاعت کی لذت وحلاوت ہرگز نہ ملے گی بلکہ جب تک دل ماسوا اللہ سے پاک وصاف نہ ہوگا تب تک نہ تجلی توحید حاصل ہوگی اور نہ جمال مبارک حق آئینہ دل میں مشاہدہ ہوگا، اللہ تعالیٰ نے بندے کو ایک ہی قلب مخصوص اپنے واسطے عطا کیا ہے کوئی دوسرا دل نہیں ہے کہ اس میں دوسرے تعلقات ومشاغل کو جگہ ہو۔

حرمین شریفین میں دل کو امور ومشاغل ہند میں مشغول رکھنا اس سے بہتر یہ ہے کہ ہند میں رہ کر دل کو حرمین شریفین کی طرف متوجہ رکھنا، کیونکہ حقیقت ہجرت قلب سے

ہے، اگر قلب ہند میں رہا اور صرف ظاہری جسم حرمین شریفین میں رہا تو یہ ہجرت حقیقی نہ ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عمل معتبر قلب کا ہے۔ ان اللہ ینظر الیٰ قلوبکم ولاینظر الیٰ صورکم

اصلی ہجرت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے اللہ کے سواسب کو چھوڑ کر صرف اللہ کا ہورہے اگر یہ نہ ہو سکے تو اس قدر تو ضرور ہے کہ آپ کو اپنی اولاد واموال وریاست اور سب کاموں کو اللہ کی وکالت میں سپرد کر کے خود تدبیر و بندوبست سے فارغ ہوجاوے۔ جب اللہ قادر رحیم و کریم و علیم کو اپنا وکیل وکارساز بنادیا تو بندہ عاجز کسی کا محتاج نہ رہے گا، جب تک اللہ ورسول ﷺ کی محبت سب چیزوں پر غالب نہ ہوگی اور امور دینی امور دنیا پر یعنی باقی فانی پر غالب نہ ہوجاویں گے تب تک بندہ کا ایمان پورا نہیں ہونے کا۔ مسلمان کو مسلمان کامل ہونے کی کوشش وفکر تو سب پر مقدم وفرض ہے، پس اپنے متعلق کوئی جھگڑا وتعلق دنیاوی نہ رکھیں، جب سب اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیئے اور دنیا پر عقبیٰ کو مقدم کردیا تو سب کام درست وٹھیک ہوگئے، دنیا فانی بگڑی تو کیا اور بنی تو کیا، جب اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا تو ہرگز نہ بگڑے گی، عقبیٰ ودین کی درستی ہوگی تو ہفت اقلیم کی سلطنت بھی اس کے نزدیک بے حقیقت ہے، حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ؎

عشق بامردہ نباشد پائیدار
عشق راباحیؔ و باقیوم دار

اللہ تعالیٰ کے سواسب فانی ہے اور عشق باقی ہے یا اللہ فانی کی محبت یعنی اولاد و اموال کی محبت اللہ حی قیوم کی محبت سے ہمیں نہ روکے، پس مکہ اور مدینہ میں رہنے کا لطف جب ہی ہے کہ دل سب سے خالی وفارغ ہو، بہت علوم پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں جب عمل نہ ہو۔ نقل ہے کہ امام ابو یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم قدس سرہٗ سے کہا کہ درویشی کے واسطے علوم کا سیکھنا ضروری ہے! تو آپ نے جواب دیا میں نے ایک حدیث سنی ہے حب الدنیا راس کل خطیئۃ جب اس حدیث پر

عمل کر لوں تو اور علم سیکھوں۔ ہدایت کے واسطے ایک آیت ایک حدیث کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو توفیق عطاء فرمائیں اور اپنی رضامندی پر چلائیں اور ماریں، حقیقت میں صرف اس حدیث پر عمل ہو جاوے تو انسان مقبول خدا ہو جاوے۔ صفات جو مہلکات ہیں۔ مثل طمع، حرص، حسد، کینہ، عداوت، غضب، کبر، بخل وغیرہ سب حب دنیا سے پیدا ہوتے ہیں ایسا ہی صفات حمیدہ مثل صبر و توکل و رضا و قناعت و تواضع و سخاوت و حلم وغیرہ سب ترکِ حب دنیا سے حاصل ہوتے ہیں۔ اولاد کے برابر عزیز اور والدین کے برابر شفیق و مہربان کوئی نہیں مگر اس حب دنیا کی وجہ سے آپس میں مخالفت و عداوت ہو جاتی ہے اور حب دنیا ہی نہیں رہی تو سارے جہاں کے غیر عزیز دوست ہو جاتے ہیں۔ اللھم اجعلنا منھم.......... ایک بات ضروری یہ ہے کہ داد دہش کا جھگڑا بھی اپنے ساتھ نہ ہو تو بہتر ہے بلکہ کل مد صدقات و خیرات بھی متعلق ریاست کر دیا جائے، بندہ کو اپنے آپ کو اپنے جسم و روح کو اللہ تعالیٰ کو دے دینا یہ ہی حقیقی سخاوت و جوادی ہے جب اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کو دے دیا تو اب کوئی جود و سخاوت باقی نہ رہی، اب اس کو لاکھوں کروڑ روزانہ خرچ کرنے کی ضرورت نہ رہی۔

اہل اللہ کے برابر کوئی جواد و سخی نہیں ہو سکتا، فقیر کی یہ بھی صلاح نہ ہوتی کہ آپ اپنے مصارف کے واسطے کچھ ریاست سے مقرر کر لیں۔ لیکن چونکہ ساری عمر نظر اسباب پر رہی اس لیے اس بارہ میں فقیر کچھ نہیں کہتا آپ اپنے نفس سے زیادہ واقف ہیں کیونکہ درویشی میں یہ بڑا شرک ہے کہ رہے تو باب اللہ و باب الرسول پر اور رزق مانگے ہندوستان سے، کسی امیر کے دروازہ پر ہی کسی دوسرے سے مانگ کر کھانا امیر کی غیرت و غصہ کا سبب ہے یہ کوئی بڑے درجات و مراتب کی بات نہیں بلکہ کمال ایمان و کمال ادب کی بات ہے، پس آپ اپنے ضروری خرچ کے سوا زیادہ مقرر نہ کریں کہ لوگ آپ کی تضییع اوقات اور تشویش کے باعث ہوں، بڑی خرابی امراء اور رئیسوں کی اس وجہ

سے ہوتی ہے کہ انہوں نے مشورہ لینے کی سنت کو اپنی کج فہمی سے ترک کر دیا۔

مسلمانوں کی تعلیم کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو وشاورھم فی الامر کی تاکید فرمائی ہے۔ نصرانیوں نے اس حدیث پر اس درجہ عمل کیا کہ ہزاروں قسم کی مجلسیں مقرر کیں، ہر اخبار و ہر رعیت کو رائے دینے کا مجاز کیا اس کا نتیجہ جو کچھ ہے ان کو بھی معلوم ہے، مسلمانوں کو یہ خبط ہے کہ جب ہم دوسروں سے رائے لیں گے تو ہم کو لوگ کم عقل سمجھیں گے یا ہماری حکومت میں شریک ہو جائیں گے یا تکبر سے کسی کو مشورہ کے قابل نہیں سمجھتے۔ غرضیکہ اس قسم کے بیسیوں خبط ہیں۔ پس اپنے خیر خواہوں سے مشورہ کر کے اپنے سب کاموں کا انتظام وانصرام بخوبی کر کے تشریف لاویں۔

اگر پانچ چار مہینہ توقف کرنا پڑے تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ ادھورا کام چھوڑ کر آنے میں پھر ویسے ہی تشویش وتردد رہے گا، زمانہ میں عقل کے ساتھ دیانت دار کم ہیں۔ اگر ایسے لوگ مل جاویں تو اللہ تعالیٰ کا بہت شکر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ لا یشکر اللہ من لا یشکر الناس خود اللہ تعالیٰ شاکر و مشکور ہے، ہر شخص کی استعداد و اعمال کے مطابق برتاؤ فرماتا ہے، نیکوں کو ہر ایک نیکی کے بدلے دس سے کم نہیں زیادہ کی انتہا نہیں عنایت کرتا ہے اور برائی کا بدلہ صرف ایک برائی، خود فرماتا ہے۔ افمن کان مؤمنا کمن کان فاسقا لا یستوون اس مسئلہ پر بھی فرنگیوں نے ایسا عمل کیا کہ جیسا چاہیں ادنیٰ ملازم یا ادنیٰ رعیت کچھ اچھا کام کرتی ہے تو اس کا کیسا کچھ شکر کرتے ہیں، اگر ملازم ہے تو ہمیشہ اس کی کارگذاری کی کتاب میں تعریف و توصیف لکھتے ہیں اور اس کی خدمت کے لائق برابر ترقی کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض وقت دس روپیہ والے کی ترقی ہزار دو ہزار تک ہو جاتی ہے ویسا ہی بذریعہ خطاب وغیرہ کے ملازم و رعایا کی عزت کرتے ہیں، اس سے اس کی دیانت و ہمت بڑھ جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر دیانتدار اور غیر دیانتدار کے ساتھ ایک سا سلوک ہوگا تو دیانتدار کی ہمت اور اس کی خیر خواہی کی طرف سے سست ہو جاوے گی پھر

تو سب کام خراب ہو جاویں گے۔ مسلمان رئیسوں کی زیادہ خرابی اس سے ہوئی کہ انہوں نے اہل نااہل کی تمیز نہ کی اور بہت رئیسوں نے جان بھی لیا کہ فلاں شخص عاقل و دیانتدار ہے مگر تکبر یا بد عقلی کی وجہ سے اس کی قدر نہیں کرتے، بعضوں کو یہ خبط ہے کہ اگر ہم اس کی تعریف کریں گے یا ترقی کریں گے تو یہ خراب ہو جائیں گے،

نعوذ باللہ اپنی عقل کو اسرار شریعت سے بھی بڑھ کر سمجھنے لگے، فقیر نے بارہا دیکھا کہ دیانتدار کو خائن خود رئیس کر دیتے ہیں۔ کیونکہ ملازم نے اپنی اوقات کو تو اپنے آقا کے ہاتھ اپنی رفع حوائج کے واسطے بیچ ڈالا، جب آقا کو اپنے ملازم کی حاجات وضروریات کا خیال نہ ہو گا مثلاً اس کی حیثیت کے موافق اس کی رفع حاجت پچاس میں ہو اور وہ پچیس دے تو ملازم اور حاجتوں کو کہاں سے پورا کرے آخر وہ خیانت کی طرف مجبور ہو گا پس اس میں اللہ اور رسول ﷺ کے قانون کے موافق کارروائی ہونے سے امور ٹھیک ہوتے ہیں۔ عزیزم مولوی منور علی سلمہٗ کو ان کے مکان پر بتاکید بھیجد یجئے اور عزیزم مولوی رشید احمد صاحب سلمہٗ یا دیگر برادران طریقت سے جیسے عزیزم مولوی محمد انوار اللہ صاحب وغیرہ سے آپ ملیں تو بہت خوب ہے، آپس میں ملنے سے اپنی جماعت میں محبت واتفاق واتحاد کی ترقی ہوتی ہے آپ بھی کوشش وہمت کریں کہ فقیر کی جماعت علماء میں موافقت واتحاد کی ترقی ہو، للہی محبت کی فضیلت کا کچھ حد وحساب نہیں۔

آپکی رباط شامیہ میں چند دنوں سے پانی اور روشنی موقوف ہے حالانکہ آپکی طرف سے بہت جگہوں پر بڑی فیاضی سے سبیل وغیرہ جاری ہے، یہاں پانی دینا اور جگہ سے افضل ہے، انتظام کے وقت قاری احمد صاحب کے مدرسہ کا بھی خیال رہے بلکہ حرمین شریفین میں جن جن کا مقرر ہے ان سب کو متعلق ریاست کر دیجئے کہ سب کو وہیں سے آجاوے آپ کو کوئی طلب وتقاضا کرنے میں تشویش میں نہ ڈالے۔ (فقط)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آخری اور ضروری مختصر چند باتیں

مقیمین اور خصوصاً زائرین کے لیے

از افادات

قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ

ناظرین نے قیام و زیارت کے متعلق تفصیلات تو رسالہ میں پڑھ ہی لیں، یہاں مختصر مگر بہت اہم چند امور عمل میں لانے کے لیے لکھے جاتے ہیں :

۱۔ ہر شخص کو تصحیح عقائد کی ضرورت ہے یعنی اہلسنت والجماعت کے متفقہ عقائد معلوم کر کے اختیار کرے، جزئیات وفروعات کی بحث میں نہ پڑے کہ یہ علماء کا کام ہے۔

۲۔ اعمال ظاہرہ میں فرائض و واجبات وسنن اور معاملات و معاشرت و معیشت اور اخلاق کے مسائل کا علم حاصل کر کے عمل میں لائے۔ ان تمام امور کا علم مختصر بھی ہے اور ہر مسلمان کے لیے اختیار کرنا فرض عین بھی ہے۔ اس کے لیے کسی بھی عالم باعمل کی صحبت یا ان کے مشورہ سے پڑھے لکھے کے لیے کتابی مطالعہ بھی کافی ہے۔

۳۔ نماز باجماعت واتباع سنت کا پورا پورا اہتمام کریں اور محرمات سے کلی اجتناب کا بھی اہتمام کریں، خواہ کسی بھی حرام کا کتنا ہی رواج کیوں نہ عام ہو چکا ہو مثلاً داڑھی کا منڈانا، وی سی آر وغیرہ اور غیبت کا ارتکاب۔

۴۔ عارضی قیام والے زائرین مکہ مکرمہ کے قیام میں کثرت استغفار اور کلمہ طیبہ کا ہر وقت وردر کھیں اور نفلی طوافوں کا اہتمام رکھیں۔ بازاروں میں گھومنے اور حالات پر تبصرہ وتنقید سے کلی طور پر پرہیز رکھیں بلکہ جس دولت کے لیے مالی و جانی قربانی کر

کے یہاں آئے ہیں اسی کے حصول کے لیے ہمہ تن کوشش میں لگے رہیں۔ اور مدینہ طیبہ کے قیام میں کثرت درود وسلام جتنا بھی ہو سکے اس میں کمی نہ کریں۔ طوافوں کے چکروں میں کتابی دعاؤں یا مطوف کے کہلوانے والی دعاؤں کا التزام ضروری نہیں بلکہ جو بھی دعائیں زبانی یاد ہوں خصوصاً جن دعاؤں کی طرف طبیعت زیادہ سے زیادہ متوجہ ہو وہ دعائیں کریں، مثلاً تیسرا کلمہ اور درود شریف پڑھتے رہیں اور رکن یمانی سے حجر اسود کے درمیان ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار پڑھیں............

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے معمول میں حدیث پاک کی ایک جامع دعا جس میں ساری ہی مسنون دعائیں شامل ہو جاتی ہیں، پڑھنے کا تھا۔ کم از کم ایک بار اس کو بھی پڑھ لیں جو کہ مختصر ہے۔ چہل حدیث شریف مشتمل بر درود وسلام میں وہ دعا چھپی ہوئی ہے (یہ مجموعہ کثیر منافع اور بے حد فضائل پر مشتمل ہے اس کو پڑھنے میں چند منٹ لگتے ہیں عام ملتا ہے، اس کو معمول میں شامل کر لیں کہ دینی اور دنیاوی فوائد بہت ہیں) اور مدینہ طیبہ میں کثرت درود شریف کے ساتھ ساتھ مواجہہ شریف پر حاضری کا خصوصیت سے اہتمام رکھیں، اس میں لاپرواہی نہ کریں اور ہر حاضری کے وقت اپنے قلب کو ہیبت و تعظیم سے پر رکھتے ہوئے یہ یقین رکھیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والتسلیمات روضۂ اطہر میں حیات ہیں اور میرا سلام سن رہے ہیں اور جواب بھی مرحمت فرما رہے ہیں اور میرے لیے استغفار بھی فرما رہے ہیں اور توجہ بھی (یہ سب امور احادیث سے ثابت ہیں) سلف میں مختصر سلام عرض کرنے کا معمول ہے یعنی: السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته اور بزرگوں نے جو طویل سلام کتابوں میں لکھے ہیں جس شخص کو مذکورہ آداب واستحضار کے ساتھ وہاں دیر تک کھڑے ہونے اور الفاظ کے معنی بھی سمجھتا ہو اور اس سے ذوق وشوق میں زیادتی پاتا ہو وہ اسی طویل سلام کو اختیار کرے یا حاضری پر صرف

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ ٧٠ بار عرض کردیا کرے۔آسان آسان صلوٰۃ وسلام کے چند صیغے عوام کے لیے ہم بھی نقل کرتے ہیں، خواہ یہ عرض کردیا کریں۔

الصلوۃ و السلام علیک یارسول اللہ ......

...... الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ

الصلوۃ و السلام علیک یا حبیب اللہ ......

...... الصلوۃ و السلام علیک یا خیر خلق اللہ

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ ......

...... الصلوۃ و السلام علیک یا سید المرسلین

الصلوۃ و السلام علیک یا خاتم النبیین ......

...... الصلوۃ و السلام علیک و علیٰ الک و اصحابک اجمعین

اسی طرح حضرات شیخین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سامنے بھی سلام عرض کرے۔

السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ سیدنا ابا بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنک و ارضاک .... اور............ السلام علیک یاسیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنک و ارضاک جزاکم اللہ عنّا خیرا .... پھر دوبارہ مواجہہ شریف کے سامنے حاضر ہوکر سلام و درود شریف خواہ نماز والا جتنا چاہے پڑھ کر اپنے لیے اور امت کی صلاح وفلاح کے لیے دعا کرے۔

ناشر
مکتبہ حضرت شاہ زبیرؒ
جامع مسجد ابرار و خانقاہ اقبالیہ جلیلیہ

موبائل: ۰۳۰۰-۹۲۲۵۵۳۳
۰۳۲۱-۲۶۳۶۷۸۸